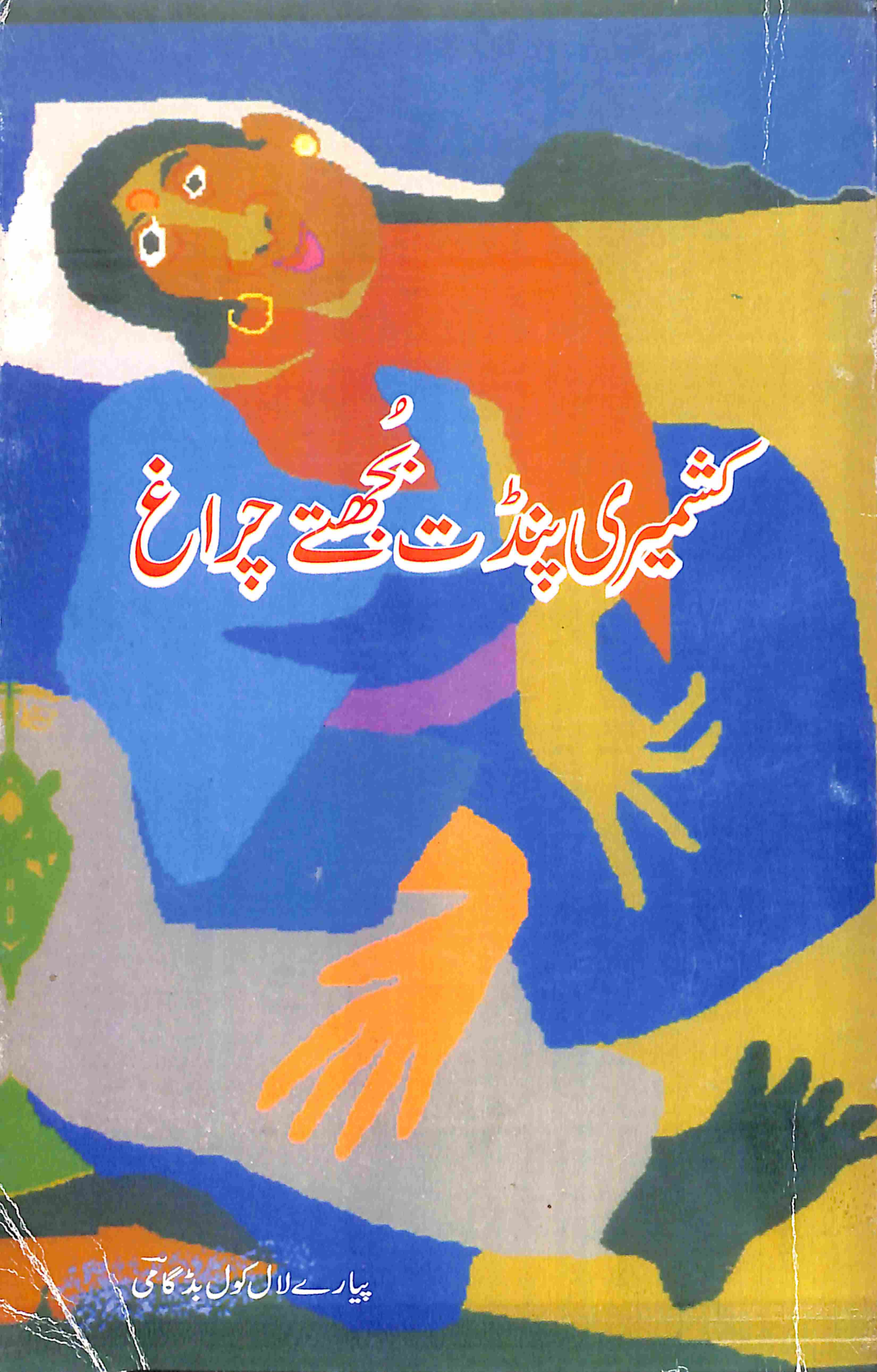


کشمیری پنڈت بُجھتے چراغ

پیارے لال کول بڈگامی

کشمیری پنڈت بجھتے چراغ

پیارے لال کول بڈگامی

نام کِتاب	:	کشمیری پنڈت : بُجھتے چراغ
مصنف	:	پیارے لال کول بڈگامی
سنِ اشاعت	:	۲۰۱۳ء
قیمت عام	:	سو روپیہ
لائبریری ایڈیشن	:	دو سو روپیہ
کمپوزر	:	رِنکو کول 9419136369#
ترتیب و تشکیل	:	مُصنف
مطبع	:	نو دُرگا پرنٹنگ پریس، پٹولی چوک، جموّں

کِتاب ملنے کا پتہ :

۱۔　رینہ نیوز ایجنسی، ریذیڈنسی روڈ جموّں۔

۲۔　بھارتیہ پُستکالیہ، وِنایک بازار جموّں۔

۳۔　رام شام کِریانہ مرچنٹس سبھاش نگر، جموّں۔

۴۔　کتاب گھر کلچرل اکیڈیمی جموّں۔



پیارے لال کول بڈگامیؔ

13- کشمیری پنڈتوں کی واپسی کے بارے
وزیراعلیٰ عمر عُبداللہ کا موقف 75
14- کیا وطن لوٹنے کی تلاش پنڈتوں میں مفقود ہے 80
15- پنڈتوں میں اجتماعی اِتی دکا فقدان 86
16- حصہ سیوم : شہیدوں کے نام 90
17- اِظہارِ تشکر 108

☆☆☆

فہرست

پیش لفظ :	ڈاکٹر کاشی ناتھ پنڈت	6
تمہید :	پیارے لال کول بڈگامی	10
1-	کشمیر تقسیم ہند کے بعد	16
2-	کشمیری پنڈتوں کی جلاؑ وطنی	23
3-	کشمیری پنڈتوں کی ہجرت کا محرک کون؟	28
4-	کشمیری پنڈتوں کے اجتماعی قتل	33
5-	بہادر پنڈتانی	38
6-	کشمیری پنڈتوں کی بے بسی کا عالم	41
7-	کشمیری پنڈتوں کی واپسی اور از سر نو آبادکاری	45
8-	گونا گون مسائل جھیل کر بھی کشمیری پنڈت مسلک اور عقیدے کے پابند	50
9-	جانبدار ریاستی سرکار کی دِل آزاری اور پنڈت	56
10-	کشمیری پنڈت بجھتے چراغ	60
11-	کشمیری اکثریتی فرقے کے سلامتی	66
12-	کشمیری مہاجرین کے مالی اِمداد کا معاملہ	70

طومار کھولا جائے بہتر یہ ہے کہ آنے والے زمانے میں لاحق ہونے والے خطرات کی شکل و شباعت کو لگی لپٹی بغیر ضبط تحریر کیا جائے۔ کسی خطرے کا صحیح اندازہ لگانا اور اسکے متعقب کی صورت حال کی پیش بینی کرنا ہی اِس بات کا اشارہ ہے کہ خطرات کا سدِّ باب کسطرح ہو سکتا ہے اسکے لئے کون کون سی تدبیریں کارگر ہو سکتی ہیں۔

کولؔ صاحب نے غیر روایتی انداز کا سہار لے کر بہت کڑوی باتوں اور تلخ حقیقتوں کو صاف گوئی اور حقیقت پسندی سے بیان کیا ہے۔ ''دِل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے'' جو کچھ اِنہوں نے تاریخی، سماجی اور سیاسی پس منظر کو لے کر دورِ محاصر کے حالات کا جائزہ لیا ہے یا اُن پر تبصرہ کیا ہے وہ انکی دِل کی گہرائی سے اُبھر کر آیا ہے۔ اسلئے انکے ارشادات میں خلوص ہے، حق بینی ہے اور دِلگرمی ہے اسلئے کہ وہ اِن حالات کے عینی شاہد رہے ہیں اور زندگی اور موت کی اِس جنگ میں وہ بھرپور میدانِ کارزار میں ایک سپاہی کی طرح حوادث روزگار کے تھپیڑوں سے نبرُد آزما ہو چکے ہیں۔

مذہب کے نام پر ایک کمزور اور بے آزار اقلیتی فرقہ کو اسکے پانچ ہزار سالہ پرانے مسکن سے بزورِ شمشیر باہر کر دینا تاریخ کے شرمناک حادثوں میں سے ایک حادثہ ہے۔ لیکن اسکی زَد اور بھی دُور رس اور تباہ کُن دکھائی دیتی ہے۔ جب یہ حادثہ ایک ایسے نظام اور عملداری کے دوران رونما ہو جسکو بڑے فخر اور مُباہات کی بنا پر سیکولر جمہوریت کے نام سے قلمداد کیا جاتا ہے۔ آزادی کے بعد ہندوستانی رہنما کشمیر کے دورے پر جب بھی آتے تھے تو انکی زبان پر



بُجھتے چراغ کا عنوان نا اُمیدی کا احساس دِلاتا ہے۔ کشمیری پنڈتوں کے اِس تاریخی موڑ پر حوصلہ شکنی نہیں بلکہ حوصلہ افزائی کی اشد ضرورت ہے کیونکہ ایک پُر عزم قوم کی ذھنی اور اخلاقی بلندی کا ثبوت تنزل اور نشیب کے ماحول میں ثابت قدم ہونے میں ہی ملتا ہے۔ اسلئے میں اِس دستاویز کے مصنف پیارے لال کول بڈگامی سے یہ گذارش کرنے جا رہا تھا کہ بُجھتے چراغ کا عنوان بدل دیں اور کسی ایسے عنوان کا انتخاب کریں جس سے جمود زدہ ذھن میں حرکت پیدا ہو اور بے بسی کے مارے لوگ پھر سے فعّال بن جائیں۔

لیکن کچھ ذیر اس مسئلہ پر غور اور تامُل کرنے کے بعد میں نے اس عنوان کے ایک اور پہلو کو زیر نظر لایا اور رفتہ رفتہ مجھ پر عیان ہوا کہ غالبًا اِسی عنوان پر اکتفا کرنا چاہیے۔ کہنے کا خلاصہ یہ ہے کہ قوم کو ان خطرات اور خدشات سے بھی بروقت آگاہ کرنا لازمی جنکی کوک میں اِسکی نابودی کے آثار مضمر ہیں اگر انسداد نہ کیا جائے۔ بجائے اِسکے کہ نصیحتوں اور پند و موعظ کا

پس منظر میں کرنے کی ضرورت ہے۔ مصنف بڑی تمنا سے پکارتا ہے ۔

بیدار ہو دِل جِسکی فُغانِ سحری سے

اِس قوم میں مدت سے وہ درویش ہے ناپید

میں سمجھتا ہوں کہ نہ تو ہم سے عناد رکھنے والوں کو اس کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد کوئی شکایت ہونی چاہیے اور نہ ہمارے بہی خواہوں کو خواہ مخواہ میں اظہارِ نشاط و مُسرت کرنا چاہیے۔ بلکہ اسے کشمیر کی دور معاصر کی رواں دواں تاریخ کے اُتار چڑھاو کے تناظر میں بھی دیکھنا چاہیے۔

قومیں تاریخ کے ادوار میں عروج کو بھی پہنچی ہیں اور زوال سے بھی ہمکنار ہو چکی ہیں۔ ہم عالمگیر تاریخ کے اصول اور قواعد سے الگ نہیں۔ اسلئے ہم عروج و تنزل کی منزلوں کو طے کرنے کیلئے بالغ بن جائینگے اور دوسروں کو بھی اس ڈگر پر گامزن ہونے کی تلقین کرینگے۔

میں اُمید کرتا ہوں کہ مصنفِ کتاب کا نصب العین بھی یہی ہو گا۔ ہمیں یکجہتی اور انصاف پروری کا سہارا لیکر کشمیر کے مستقبل کیلئے فکر اور نظر میں یکجہتی اور ہم آہنگی پیدا کرنی چاہیے۔ تنقید کو مشعل راہ بنا کر سماج میں انقلاب لانے کی ضرورت ہے۔ پیارے لال کول بڈ گامی نے اِسی بیڑے کو اُٹھایا ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ اہلِ نظر انکے خیالات کی تہہ تک پہنچ کر تاریخی حقائق سے باخبر ہونگے۔

جموں 7/جون 2012　　　　کاشی ناتھ پنڈت

☆☆☆

پہلا حملہ ہی ہوتا تھا کہ کشمیر ہندوستان کے سیکولرازم کا درخشان نمونہ ہے۔ آج اُس درخشان نمونے کے مظہر گھر سے دربدر ہوکر سارے ہندوستان کی خاک چھان رہے ہیں اور ہندی رہنما پارلیمان میں رطب اُلسان ہیں کہ کشمیر پنڈت جلاء وطنی میں خوشحال اور فارغ البال ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ اُن کا اسطرح کا مقولہ خود اُنکا سوہانِ روح بنا ہے پر سیاسی مصلحت کی بنا پر وہ اپنی حماقت پر دِلشاد اور خوش فہم ہیں۔

تاریخ کے حوالے سے ہماری قوم کی قابل فخر حاصلات ہیں جن پر بجا طور پر ناز کر سکتے ہیں لیکن یہ طبیعی ہے ہم میں کچھ خامیاں بھی ہیں جیسے کہ ہر قوم کا حال ہے۔ ہمیں اپنی خامیوں پر رنج بھی ہے اور غصہ بھی۔ وہ اسلئے کہ ایک پڑھی لکھی قوم کو چاہیے تھا کہ جدید علوم اور تکنولوجی کا سہارا لیکر توہم پرستی، بداعتمادی، خودغرضی اور کینہ پروری جیسی گھناونی بدخصلتوں سے باہر آکر صلح کل دُور اندیش اور حقیقت پسند بن جاتی۔ ہم نہ بن سکے۔ جلاوطنی نے ہمیں کچھ نہیں سکھایا اور اگر ہم اِس طوفان بے تمیزی میں بھی سُدھر نہ سکے تو پھر کیا ہوگا۔

مصنف نے کئی سماجی اور انفرادی خامیوں کو اُجاگر کر کے عِبرت کے تازیانے کا کام کیا ہے۔ قوم کو خواب گران سے بیدار ہونے کی آواز دی ہے۔ چھوٹی چھوٹی انسانی کمزوریوں سے اوپر اُٹھکر ایک بالغ نظر، دوراندیش، مصلحت بین اور سماج دوست قوم بننے کی تلقین کی ہے۔ ہماری جلاءوطنی کو تاریخی پس وپیش میں دیکھنے کی ضرورت اور حالات کا تجزیہ تاریخی اور سماجی

پنڈت نے راج ترنگنی کے دیباچہ میں کیا ہے۔

کشمیر شیومت کا سرچشمہ رہا ہے اور اس مت کے عقاید پر اعتقاد رکھنے والے قدیم زمانے کے عام کشمیری تھے۔ اس عقیدے کی تبلیغ و ترویج میں کئی عالم اور فاضل لوگوں کو شامل کیا گیا ہے۔ جن میں ابھنو گپت، واسو گپت، سوما گپت، بھٹہ کلٹا، اچھل دیو، سوامی رام جی، لکھشمن جی جیسی علمی ہستیوں کے نام نامی اور اسمِ گرامی شامل ہیں۔

چودھویں صدی کے آغاز میں اسلام کی کشمیر میں آمد ہوئی۔ ایران اور وسطی ایشیا سے آنے والے صوفیوں نے کشمیر میں تصوف کو فروغ دیا۔ چونکہ کشمیر کے اصیل باشندے رِشی مت سے بخوبی آشنا تھے اسلئے صوفی مت کے رواج پانے کے بعد صوفی اور رشی مت کا ایک لطیف امتزاج معرضِ وجود میں آیا۔ جو دو تہذیبوں کے ہم آہنگ ہونے کا عندیہ دیتا ہے۔ اس باہمی امتزاج کا نمونہ ہمیں للیشوری یعنی "لل دید" کے فلسفہ اور واکھوں میں ملتا ہے جسکے لب و لہجہ کی آگے چل کر شیخ نورالدین نورانی عُرف نندہ ریشی کے کلام میں عکاسی ہوتی ہے۔ صوفی اور ریشی افکار نے یہاں کے لوگوں کی زندگی پر دیر پا اور مثبت اثر ڈالا۔ اِن بزرگوں کے چلے جانے کے بعد انکی روایات کو برقرار رکھنے والوں نے اپنے پیشروں کا اقتدا کرتے ہوئے کشمیریوں کو باہمی محبت، اخوت اور ہمزیستی کا گران قیمت سبق سکھایا۔

زمانہ گذرتا گیا۔ کشمیر کی تاریخ نے نشیب و فراز دیکھئے۔ رحمدل بادشاہ

تمہید

اساطیر بتاتے ہیں کہ کشمیر اِبتدا میں ایک وسیع اور عریض جھیل تھی جسے ستی سر کے نام سے یاد کیا جاتا رہا۔ یہ چاروں طرف سے برفانی پہاڑوں کی چوٹیوں سے ڈھکی ہوئی تھی۔ روایت ہے کہ کشپ رشی نام مُرتاض نے عرصہ دراز تک ماتا شارکا دیوی کی عبادت کی جسکے نتیجہ میں ''ورہ'' اوتار کو حکم ملا کہ وہ جھیل کے شمال میں پہاڑوں کو چیر دے۔ اسطرح بارہمولہ کے قریب پہاڑوں کا ایک درہ بن گیا جہاں سے پانی کا نکاس ہوا اور رفتہ رفتہ خشکی نمودار ہوئی۔ اسی وجہ سے قصبہ کا نام ورہ مولہ یا بارہمولہ پڑا۔ آخرکار یہی خشکی کشمیر وادی کے نام سے جانی گئی۔ ہندو مورخوں نے اِسے کشمیر منڈلا کا نام دِیا۔ اِبتدا میں سادھو سنت مرتاض اور عبادت گذار لوگ اس وادی میں بود وباش کرنے لگے۔ چونکہ وہ عبادتِ الٰہیٰ میں مُنہمک رہے اسلئے کشمیر کو ریشوں کا مسکن بتایا گیا۔

گیارویں صدی کا نامور مورخ کلہن پنڈت راج ترنگنی نام کی اپنی مشہور تاریخ میں رقم کرتا ہے کہ زمانے کے گذرنے کے ساتھ کشمیر وادی علم و عِرفانیت اور تہذیب و تمدن کا نادر نمونہ بن گئی۔ وہ علمی اور اخلاقی معیار میں اعلیٰ رتبہ کو پہنچ گئی۔ چنانچہ اس بات کا اشارہ راج ترنگنی سے پہلے تحریر کی گئی کئی تاریخوں میں بھی ملتا ہے جسکو سنسکرت کے عالموں نے اعلیٰ سطح تک پہنچایا تھا۔ ان میں نیلمت پوران کے علاوہ اور کئی مستند تواریخ شامل ہیں اور جنکا ذکر کلہن

کے قبضہ میں ہی رہا جو مقبوضہ کشمیر کے نام سے جانا جاتا ہے۔ گلگت بلتستان کے شمالی علاقہ کے علاوہ مظفر آباد، میرپور، کوٹلی باچ، پلندری وغیرہ علاقہ بھی پاکستانیوں کے قبضہ میں چلا گیا اور اب یہ مقبوضہ کشمیر کے نام سے جانا جاتا ہے۔ باقی حصہ کا ہندوستان کے ساتھ الحاق ہوا۔

قبائلی حملہ کے دوران کشمیر کے قدآور رہنما شیخ محمد عبداللہ نے کشمیریوں کو منظّم کر کے جموں و کشمیر ملیشا کا انعقاد کیا تاکہ غیر فوجی سطح پر قبائلیوں کا مقابلہ کیا جائے۔ بھارت کے ساتھ الحاق ہونے کے بعد بھارتی فوج کشمیر میں داخل ہوتے ہی قبائلی حملہ آوروں، کے خلاف صف آرا ہوئی۔ بھارتی فوج کے وطن پرست جان نثاروں نے وطن کے دفاع میں کئی قیمتی جانیں قربان کیں۔ بریگیڈیر راجندر سنگھ، کرنل رائے، بریگیڈیر عثمان اور میجر سومناتھ شرما جیسے شہیدوں کے نام ہماری تاریخ کے اوراق پر سنہری حرفوں میں لکھے جائینگے۔

۱۹۶۵ء میں پاکستان نے بھارت کے خلاف جنگ چھیڑی پر اُسے منہ کی کھانی پڑی۔ میدان کا رزار میں اپنی شکست سے پشیمان ہو کر پاکستان نے آمنے سامنے کی لڑائی سے آنکھ بچا کر درپردہ سازشیں کرنے کا طریقہ کار اپنانا شروع کیا۔ اپنی حماقت سے کام لیتے ہوئے پاکستان پھر زورآزمائی کی غرض سے ہندوستان کے خلاف دار و گیر میں الجھ کے رہ گیا۔

بنگلہ دیش کی جنگ میں ہزیمت کا داغ دھونے کی غرض سے پاکستان

بھی دیکھے اور ظالم اور شفقی ذہنیت کے حکمران بھی دیکھئے۔ سکندر بُت شکن جیسا متعصب بھی دیکھا اور اُسکے انسان دوست بیٹے سلطان زین العابدین کو بھی دیکھا۔

کشمیری پنڈت اپنا حسب و نسب کشیپ ریشی تک پہنچاتے ہیں۔ اسلئے وہ اس خطہ زمین کے قدیم باشندے کہلاتے ہیں جنہوں نے اپنے بزرگوں کی روایات کو عرصہ دراز تک سینے سے لگائے رکھا۔ زمانہ کبھی بھی ایک نہج پر نہیں رہتا ہے۔ بقول شاعر ''ثبات اک تغیر کو ہے زمانے میں'' کشمیری پنڈتوں کی تاریخ میں ایسے موقعے بھی آئے جب حالات ان کیلئے بہت نامساعد تھے۔ وہ سیاسی افراتفری کا شکار بھی ہوئے اور کئی بار انہیں کشمیر سے ہجرت بھی کرنا پڑی۔

۱۹۴۷ء عیسوی میں ہندوستان تقسیم ہوا اور پاکستان نام کا ایک نیا ملک اسی تقسیم کے نتیجہ میں معرض وجود میں آیا۔ اگرچہ کشمیر تقسیم نہیں ہوا پر اُسکی اپنی شکل وصورت دیر تک برقرار نہ رہ سکی۔ شمال مغربی سرحدی صوبہ سے قبایلوں نے غالباً پاکستانی اور انگلستانی افسروں کے ایما اور اشاروں پر کشمیر میں مسلح دراندازی کی۔ اِس جنگ و جدل میں وادی میں بسنے والا اقلیتی ہندوں یعنی پنڈتوں کا فرقہ خواہ مخواہ میں ظلم وستم کا ہدف بنایا گیا۔

قبایلی حملہ آوروں کی وادی میں شکست اور ان کے انخلا کے بعد ریاست کا ایک بڑا حصہ جسمیں گلگت اور بلتستان کا علاقہ شامل ہے۔ پاکستان

کیونکہ انہیں وطن کی دوستی کے پاداش میں جان و مال کا خطرہ لاحق تھا۔ کچھ وقت گذرنے کے بعد کچھ مسلمان تو اپنے گھروں کو لوٹے لیکن ہندوں کیلئے حالات اتنے ناماسعد تھے کہ وہ واپسی کی سوچ نہیں سکتے تھے۔ اُنکی واپسی زمینی حالات پر انحصار رکھتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ آیا کشمیر میں زمینی حالات بدل کر اتنے معمول پر آ چکے ہیں کہ ہندو واپس جا سکیں۔ کشمیر میں ہم زیستی کی جو روایت صدیوں سے چلی آ رہی تھی اُسکا تانا بانا بکھر گیا ہے۔ زیرِ نظر تحریر میں اس مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے اور پڑھنے والا وسیع پس منظر میں اپنی رائے قائم کر سکتا ہے۔

پیارے لال کول بڈگامی

☆☆☆

نے بھارت کے خلاف سازشیں کرنے سے احتراز نہیں کیا۔ بلکہ روز بروز بھارت کو اقتصادی، مالی اور سیاسی طور ضرر پہنچانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ پاکستانی خفیہ ایجنسی نے طرح طرح کے تخریبی منصوبے بنائے تاکہ وہ بھارت کو توڑے اور وفاق کو ٹکڑوں میں بکھیر دے۔ کشمیر کو بھارت سے الگ کرنے کا بے حد خطرناک منصوبہ بھی بنایا۔ خلاصہ یہ کہ ۱۹۸۶ء میں صدر ضیاالحق کا ٹوپاک والا کشمیر کا منصوبہ معرض وجود میں آیا۔ جو اب تک جاری ہے۔ دہشت گردی کو منظّم طریقے پر ۱۹۸۶ء سے چلایا جا رہا ہے اور یہ ساری منصوبہ بندی پاکستانی فوج اور آئی۔ایس۔آئی ملکر چلا رہے ہیں۔ (پاکستانی فوج اور اسکی خفیہ ایجنسی آئی۔ایس۔آئی نے اس سازش کا بیڑا اُٹھایا۔ انہوں نے مشترکہ طور پر جدید ہتھیاروں سے لیس پاکستانی فوجیوں کو ان تربیتی مراکز میں پہنچا دیا۔ جن میں وادی کشمیر سے آئے ہوئے رضاکار جہادی جنگی تربیت کیلئے آئے تھے۔ کشمیری لڑکوں کو اِن تربیتی کمپوں میں دہشت گردی کی تربیت کے ساتھ ساتھ مذہبی جنون زدگی کی تربیت بھی ملتی تھی۔ ہندوستان کے خلاف نفرت کا جذبہ ان کی رگ و پے میں کوٹ کوٹ کر بھرا جاتا تھا اور اسطرح انہیں گمراہ کر کے مذہب کے نام پر انکا استحصال ہوتا تھا۔ تربیت پانے والے کشمیری نوجوانوں اور پاکستانی فوجیوں کے درمیان مُخلصانہ روابط قائم کئے گئے۔)

۹۰-۱۹۸۹ء میں نمودار ہونے والی مسلح بغاوت کے نتیجہ میں وادی کے ہندوں کو ترک وطن کرنا پڑا۔ تاریکن میں وطن دوست مسلمان بھی شامل تھے۔

ہری سنگھ کے ولی عہد کو صدر ریاست نامزد کیا گیا۔ بخشی غلام محمد نے سُلطان زین العابدین (بڈشاہ) کی طرح فراخدِلانہ حکومت کی۔ تعلیم کو مُفت بنا کر عام کیا۔ ریاست میں سکولوں اور کالجوں کا جال بچھایا گیا۔ اُن گنِت فلاحی اور عوام بہبودی کے منصوبوں کی وجہ کیلئے مقبولِ عام لیڈر بن گئے۔ دس سال تک حکومت کرنے کے بعد ۱۹۶۲ء میں کامراج پلان کے تحت انھیں حکومت سے الگ کیا گیا۔

اُن کے بعد خواجہ غلام محمد صادِق وزیر اعلیٰ چُن لئے گئے۔ اُنکے دورِ حکومت میں کافی سیاسی اُتھل پُتھل ہوئی یہاں تک کہ کشمیری پنڈتوں نے آزادی کے بعد پہلی بار اپنے حقوق اور تحفظ کی حمایت میں ایک تحریک چلائی۔ ایک پنڈت لڑکی کو جبراً اِسلام قبول کروایا گیا تھا اور ایک مسلمان لڑکے کے ساتھ اسکی شادی کروائی گئی۔ اس واقعہ سے کشمیری پنڈتوں میں بداعتمادی اور خوف و ہراس کا احساس پیدا ہونا فطری تھا۔ گو اِس سے پہلے سرکاری ملازمتوں، ترقیوں اور تبدیلیوں میں پنڈتوں کے ساتھ امتیاز برتا جاتا رہا۔ بہرحال پنڈتوں نے اِسکو اجتماعی خطرہ تصور نہیں کیا اور نہ ہی عدم تحفظ کا شکار ہوئے۔

صادق صاحب کا انتقال ۱۹۷۱ء میں ہوا اور حکومت کی باگ ڈور سیّد میر قاسم کو سونپی گئی۔ اِسی دوران مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن کر مغربی پاکستان سے الگ ہو گیا اور نئے ملک کی شکل میں اُبھرا۔ بین الاقوامی سطح پر

ملکی تقسیم کے بعد کشمیر

(۱۹۴۷ء - ۱۹۹۰ء)

۱۹۴۸ء میں شیخ محمد عبداللہ نے عوامی مقبولیت کے بل بوتے پر ریاستی حکومت کی باگ دوڑ سنبھالی۔ ابھی حکومت سنبھالنے کے دو تین برس ہی گذرے تھے کہ شیخ محمد عبداللہ کا ایمان متزلزل ہونے لگا اور حکومت ہند کو دھمکیاں دینا شروع کیں کہ ہماری مانگیں قبول کرو۔ اُسکی مانگ کیا تھی اس سوال کا نہ شیخ عبداللہ اور نہ اُسکی تشکیل دی گئی سیاسی پارٹی نیشنل کانفرنس ہی کوئی معقول جواب دے سکی۔ اسطرح اندر اندر سے ہی شیخ عبداللہ اُن اصولوں سے دور ہوتا گیا جنکی بنا پر بقول اُسکے اس نے الحاق ہند پر تصدیق کی مہر لگائی تھی۔ ۱۹۵۳ء کے آغاز میں اس نے پینترا بدل کر بھارت مخالف تقریریں کیں اور کشمیر کی آزادی کا نعرہ بلند کیا، قیاس کیا جاتا ہے کہ ہے کہ اِسکی تُند اور تیز تقریروں کے پیچھے امریکہ اور کئی دیگر سامراجی ممالک کا ہاتھ تھا۔ ۸/اگست ۱۹۵۳ء تک حکومت چلی اور ۹/اگست ۱۹۵۳ء شیخ صاحب اور اِسکے کچھ قریبی ساتھیوں کو گرفتار کیا گیا اور بخشی غلام محمد نے ریاستی حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ بھارتی آئین ساز اسمبلی نے پہلے ہی دفعہ ۳۷۰ کی منظوری دی تھی جسکی رُو سے ریاست جموں وکشمیر کو خصوصی درجہ حاصل ہُوا۔ سابقہ مہاراجہ

مندروں اور پنڈتوں کے اِملاک کو لوٹ کر کے نذر آتش کیا گیا۔ ۲۴رفروری ۱۹۸۶ء کو اُس وقت کے وزیرِ داخلہ بہ نفسِ نفیس حالات کا جائزہ لینے کیلئے کشمیر آئے۔

معتبر جانکار شہریوں نے سیاسی حالات کی صحیح عکاسی کر کے وزیر موصوف کو اندر اور باہر کے تخریبی عناصر کی کارکردگی اور عسکریت سے باخبر کیا گیا۔ ظاہر ہے کہ جمہوری طرزِ حکومت میں منتریوں کو بہت سی باتیں ملحوظ نظر رکھنا پڑتی ہیں۔ جس سے اصلی بیماری کا صحیح علاج نہیں ہوتا۔ شاید یہی صورتِ حال ایس بی چوہان صاحب کے بارے میں کارفرما رہی ہو۔ چنانچہ نشاندھی کئے گئے مسائل کا مداوا نہ ہُوا۔ کشمیر کی سیاست نے آتش فشان پہاڑ کے لاوے کی صورت اختیار کر کے ۱۹۸۹ء کے جولائی کے بعد کے مہینوں میں یہ لاوا آہستہ آہستہ رِسنے لگا اور کشمیر میں ہندوستان کی اور قومیت کی آواز کو دبانے کی ابتدا ہوئی۔ اِس کے بعد محمد یوسف حلوائی اور ٹِکہ لال ٹپلو یکے بعد دیگر شہید کئے گئے یعنی ۱۹۸۹ء کے وسط سے ہی کشمیر کی خوبصورت اور پُر فضا وادی جہادی دہشت گردی کی خونریزی کی لپیٹ میں آگئی۔ خونریزی، تشدد، ماردھاڑ اور بے امنی کا دور شروع ہوا۔ اقلیتی فرقے کے لوگ جو پُشت در پُشت وادی میں سکونت اور معاش کرتے تھے یا نوکری چاکری کے ذریعے بسر اوقات کرتے تھے اُن پر بھارتی لیبل لگا کر ظلم و سِتم کا شکار بنایا گیا۔ امن و قانون کی صورت حال مخدوش ہوتی جا رہی تھی۔ جُوں تُوں کر کے ۱۹۸۹ء کے

پاکستان کو اِس سے ایک زبردست دھچکا ملا۔ اِس نے کشمیر کو ہڑپانے کی کوشش کو دُگنا کر دیا۔ اِدھر ۱۹۷۵ء میں شیخ اِندرا اکارڈ عمل میں آیا۔ میر قاسم اِقتدار سے دست بردار ہُوا اور شیخ صاحب کو ریاست کا چیف منسٹر بنایا گیا۔ اِسکے فوراً بعد اسمبلی کے انتخاب عمل میں لائے گئے۔ اِن انتخابات نے شیخ صاحب کے اقتدار پر اجابت کی مہر ثبت کر دی۔ سات سال تک مسلسل حکومت کرنے کے بعد شیخ صاحب ۱۹۸۲ء میں انتقال کر گئے۔

اِسکے بعد دہلی سرکار نے ریاست کے انتخابات میں برملا مداخلت کرنا شروع کی۔ فاروق عبداللہ کو برطرف کر کے اُسکے بہنوئی غلام محمد شاہ کو وزیرِ اعلیٰ بنایا گیا۔ اِسی مداخلت کی ایک کڑی یہ تھی کہ ریاست میں سیاسی عدم استحکام کا دور شروع ہوا اور سیاسی کورپشن اور اسمبلی ممبروں کی خرید و فروخت کا دھندا پنپنے لگا۔ جس کا پاکستان نے بھرپور فایدہ اُٹھا کر جلتی پر تیل چھڑکنے کا کام کیا۔ تشدد کو بھڑکانے کا کام تیز سے تیز تر کیا گیا۔ اور ''ٹو پاک'' منصوبے کو عملی جامہ پہنایا جانے لگا۔ سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر کشمیری اکثریتی فِرقے کو بھڑکانے، بہکانے اور مذہب کے نام پر اِن کا استحصال کرنے کی بھرپور تگ ودَو کی گئی۔ اِسی کے ساتھ سماج اور مُلک دُشمن عناصر خاص طور پر وادی میں قلعہ بندی کرنے لگے۔ یہاں تک کہ درس گاہوں اور مسجدوں میں مُنافرت اور ہند مخالف پراپگنڈا منظّم طریقے پر شروع کیا گیا۔ ۱۹۸۶ء میں اقلیتی فرقے کے بعض لوگوں پر حملہ کیا گیا اور انہیں مالی نقصان پہنچایا گیا۔ ضلع اننت ناگ میں

پنڈتوں کو بڑی بے رحمی سے گولیوں کا نشانہ بنایا گیا۔ اِن میں سِول آبادی کے لوگ ہی نہیں تھے بلکہ سرکاری عہدہ دار بھی تھے۔ اُس وقت کے دوردرشن کیندر سری نگر کے ناظم پنڈت لسہ کول کو گولیوں سے چھلنی کیا گیا۔ اُنکے علاوہ متعدد سماجی کارکُن، نیتا، نامور شعرا اور کچھ برجستہ شخصیتوں کو کشمیری پنڈت ہونے کا حِساب چکانا پڑا۔ بھارت مخالف، فلک شِگاف نعروں کے علاوہ ہندوؤں کے خلاف بھی نعرے بلند کئے گئے۔ نعرے اِس نوعیت کے تھے:

۱۔ ہم کیا چاہتے آزادی۔ آزادی کا مطلب کیا نظامِ مصطفیٰ

۲۔ لاشرقیہ، لاغربیہ، اِسلامیہ، اِسلامیہ

۳۔ ہندوستانی کُتّو واپس جاؤ وغیرہ

اِس طرح کشمیر میں ہندوستان کی موجودگی کی بنیادوں کو سیاسی، معاشی، تنظیمی، سماجی گویا ہر سطح پر متزلزل کرنے کی کوشش کی گئی۔ ہرسو مذہبی شدت پسندی فرقہ پرستی، منافرت اور کٹرپنتھی کے سیاہ بادل امنڈ آئے۔ اقلیتوں کا وجود خطرے میں تھا اور ان کی صورت حال ''نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن'' والی تھی۔ حکومت امن بحال کرنے میں بالکل ناکام ہوئی چنانچہ حکومت کا وجود کہیں بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ اِس صورت حال میں سبھی لوگ اُلجھے ہوئے لگتے تھے۔ کیونکہ ہرطرف انتشار ہی انتشار تھا۔ ریاستی عوامی حکومت نے کوئی ایسی حکمت عملی نہیں اپنائی جس سے اِس شورش میں شامل نہ ہونے والوں کو کوئی تحفظ ملتا۔ مرکزی سرکار نے بھی کوئی تدبیر عمل میں نہیں لائی۔ جس سے

دربار مُووتک تخریبی کام پردے کے پیچھے ہوتا رہا۔ نہ تو ریاستی سرکار نے اور نہ ہی مرکز نے اِس صورت حال کے خطرناک نتائج کا احساس کیا۔

کشمیری پنڈت اور مسلمان مدت سے امن اور بھائی چارے سے اکھٹے رہ رہے تھے۔ اچانک سماجی محاذ پر ایک انقلابی بدلاو محسوس کیا گیا۔ پنڈتوں کو الگ تھلگ کر کے مخبر اور بھارتی سراغ رسانوں کے عنوان سے متعارف کیا گیا۔ کشمیری جوان لڑکے جوق در جوق سرحد کے اُس پار مقبوضہ کشمیر میں ہتھیاروں کی تربیت کے لئے منظّم طور پر روانہ کئے گئے۔ عام لوگوں کو باور کرایا گیا کہ یہ سب کچھ آزادی کی خاطر کیا جا رہا ہے۔ جو آزادی اب دِنوں کی بات ہے سیکولرازم، آپسی بھائی چارہ اخوت اور مختلف مذہب کی ہم زیستی کے سنہری اصول کاغذی عمارت کی طرح گر گیا۔ حالانکہ یہی چیزیں کشمیر کو عارفوں، پیروں فقیروں، صوفیوں اور سنتوں کا دیا ہوا سرمایہ تھا۔ دوسری طرف مقامی اخبارات بھی دہشت گردی کی زد میں آکر اُنکاہی راگ الاپنے لگے۔ دہشت گردوں کے بیانات کو سرخیوں سے خاص طور پر اُردو اخبارات میں شائع کیا گیا۔ جس سے دہشت گرد تنظیموں کے حوصلے اور بھی بلند ہو گئے۔

سابقہ وزیر داخلہ ہند کی دختر نیک اختر ربیعہ سعید کو اغوا کیا گیا۔ اِس واقعہ نے آگ پر تیل چھڑکنے کا کام کیا۔ جنوری ۱۹۹۰ء میں جہادی دہشت گرد علیحدگی پسند اور ملک دشمن تنظیموں کا اِتحاد عروج کو پہنچا اور بے گناہ معصوم

کشمیر کی مکمل آزادی

حزب المجاہدین

Use of Symbols and Metaphors of Islam

A notable feature of the motivational literature of the subversives is the extensive use of symbols and metaphors of Islam. Allusions are frequently made to the heroic deeds of the Seventh and Eighth Century Islamic history. For example, 'Badr', which is the name of the spectacular victory won by Prophet Muhammed over Arab pagans of Mecca, is extensively referred to. The attempt is to manipulate the mind of the Kashmiri Muslim, particularly of the unlettered and to subject it to a heavy dose of religious emotionalism. An example of this phenomenon is what is called 'Kashmir's song of freedom'. This goes as under.

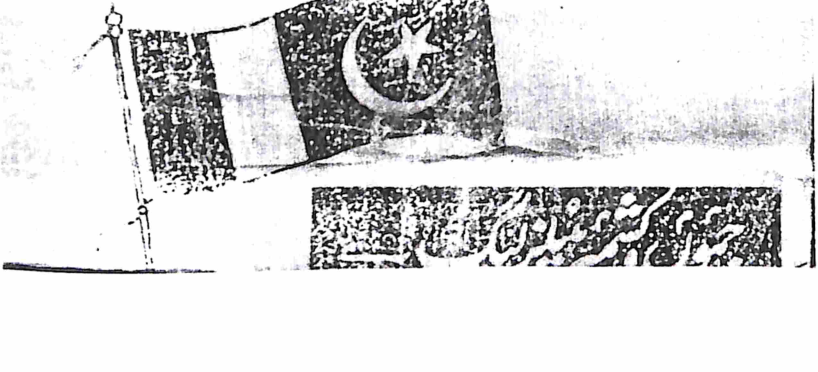
PRICE OF FREEDOM

IS BLOOD

اقبال کی ہے دید جناح کا عزم

پھر ہم ضرور ایک پاکستان بنائیں گے

اسلام کو ہر شعبہ میں حاکم بنائیں گے



اُمن اور شانتی بحال ہونے کا اشارہ ملتا۔ حکومت کی بے بسی پر اقلیتی طبقہ ششدر رہ گیا۔

کشمیری مسلمان اِس صورتِ حال کو آزادی کی تحریک سے تعبیر کرنے لگے۔ جب کہ ہندوستان نواز کشمیری پنڈت اِسکو ایک مسلح بغاوت سمجھ کر حالات کو جلد از جلد معمول پر لانے کا خواب دیکھنے لگے۔ گویا کشمیری پنڈتوں کی جلائ وطنی ناگزیر بن گئی۔ اِسکے اسباب اگلے باب میں جاننے کی کوشش کریں گے۔

☆

کشمیری پنڈتوں کی جلا وطنی

پاکستان بھارت کے خلاف کُل ملا کر چار جنگ ہار چکا تھا۔ ۱۹۴۷ء کا قبائلی حملہ، ۱۹۶۵ء کی جنگ، ۱۹۷۱ء کی جنگ اور پھر کرگل جنگ۔ اِن جنگوں میں پاکستان کی دِفاعی صلاحیت کا پول کھُل گیا۔ یہاں تک کہ بنگلہ دیش کے بننے سے پاکستان کا وجود صرف آدھا رہ گیا۔ اُسکا کشمیر ہتھانے کا خواب شرمندہ، تعبیر نہ ہو سکا۔ گویا پاکستان روز اول سے ہی کشمیر کو بھارت سے الگ کرنے کی سازش میں لگا رہا۔ جسکی کڑی ۱۹۸۶ء کے بعد منصوبہ بند طریقے سے آئی۔ ایس۔ آئی اور پاکستان افواج کی مشترکہ کوششوں سے فوجیوں اور مقبوضہ کشمیر کے جوانوں کو جدید ہتھیاروں سے لیس کر کے مختلف تربیتی مراکز بنا کر کشمیر کے نوجوان مسلمانوں کو مذہبی جنون اور فرقہ پرستی کی نفرت سے گمراہ کر کے اِن تربیتی مراکز میں لاکر جدید فوجی تربیت سے آراستہ پیراستہ کیا گیا اسکے علاوہ مالی معاونت، جنسی لذت کے لالچ میں بہکا پھسلا کر انہیں دہشت گردی کے چنگل میں پھنسا دیا گیا۔ کشمیریوں کے ساتھ قریب کے روابط قائم کرنے کا دعوی کیا جس سے کشمیر کے لوگ بہت حد تک گُمراہ ہو گئے اگرچہ شہری لوگ جلدی ہی ہوش میں آگئے تاہم دیہاتی جوان زیادہ تر اِسکا شکار بن کر رہ گئے۔ کشمیر کا ذرہ ذرہ ان حالات سے باخبر تھا مگر کشمیری پنڈت بے خبر۔ حالات اِسقدر بگڑ گئے کہ امن پسند کشمیری پنڈت اکثریتی سوِل سوسایٹی سے الگ تھلگ

دیا گیا۔

۱۹رجنوری ۱۹۹۰ء کشمیر کے شہر سری نگر اور مضافات کی مسجدوں کے لوڈ سپیکروں پر کشمیری پنڈتوں کو دھمکیوں اور حقارت سے بھرے نعروں سے ہراسان اور پریشان کیا گیا۔ مقامی اخبارات میں دہشت آمیز سُرخیاں چھاپی گئیں۔ گویا ایک منصوبہ بند طریقے سے پنڈتوں کو اُنکے آبائی وطن سے نکال باہر کیا گیا۔ یہ سب کچھ عوامی حکومت کے دوران ہی ہوا۔ جس کی رہنمائی فاروق عبداللہ کر رہے تھے۔ اِس کے بعد ۱۸رجنوری ۱۹۹۰ء کو فاروق عبداللہ نے شری جگموہن کی بحیثیت گورنر تقرری کے خلاف احتجاج کے سلسلے میں اِستعفیٰ دِیا۔ دہشت گرد اِس وقت تک 75% فیصد کشمیری پنڈتوں کو نکالنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ ۲۴رجنوری ۱۹۹۰ء کے دِن شرپسند عناصر نے جھوٹی افواہیں پھیلائی کہ کشمیر آرمڈ فورسز کے چار مسلمان جوانوں کو مار ڈالا گیا ہے۔ اِسکا مقصد کشمیر کے اکثریتی فرقہ کو بھڑکانے کی کوشش تھی۔ ۲۶رجنوری ۱۹۹۰ء کو علیحدگی پسند عناصر جہادی دہشت گرد اور مذہبی جنونیوں نے مشترکہ طور ''اِسلامی جمہوریہ کشمیر'' کا جھنڈا سری نگر کے عیدگاہ میں غیر ممالک فوٹو گرافروں اور صحافت کاروں کی موجودگی میں پھیرانے کا منصوبہ بنایا۔ جو شری جگموہن نے ناکام بنا دیا۔ یہ دہشت گرد کی کاروائی پر مؤثر وار تھا۔

سِول سروِنٹس اور سیاست دانوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اِنکی سوچ اور کام کرنے کا اپروچ بھی الگ الگ ہے۔ فاروق عبداللہ نے تاریخ کے ایک نازُک دور میں ریاستی، ملکی، عوامی اور مقامی مُفادات کو پس پشت ڈال

پڑ گئے۔ اب کشمیری مسلمان عام طور پر اور دیہاتی نوجوان خاص طور پر ہر کسی ذریعہ حمل و نقل کا سہارا لیکر کپواڑہ پہنچنے کی عجلت میں تھے تاکہ وہاں سے دہشت گردی اور فوجی اسلحہ کی تربیت پا کر کلاشنکو، مشین گن، وائیرلیس سیٹ اور ہینڈ گرینڈ جیسے مہلک ہتھیار حاصل کر کے کشمیر لوٹیں اور ''آزادی کی تحریک'' میں اپنا نام جلی خط میں لکھوایں۔ یہ سلسلہ ۱۹۸۹ء کے وسط سے شروع ہو کر ۱۹۹۰ء تک زیادہ تر جنگی صورت اختیار کر گیا تھا۔ جسکی رفتار آہستہ آہستہ کم ہوتی گئی، ماہ اکتوبر ۱۹۸۹ء میں دہشت گردی کے لگ بھگ ۱۶۰۰ واقعات رونما ہوئے۔ ایک واقعہ میں ڈاکٹر ربیعہ سعید کو ج۔کے۔ایل۔ایف کے بندوق برداروں نے اغوا کیا۔ جنوری ۱۹۹۰ء کا مہینہ سب سے خطرناک ثابت ہوا۔ سب سے بڑا المیہ یہ تھا کہ ایک طرف سے دہشت گردی عروج پر پہنچی تھی اور دوسری طرف سرکار نے ۷۰ خونخوار دہشت گردوں کو ماہ جولائی ۱۹۸۹ء سے لیکر دسمبر ۱۹۸۹ء تک جیلوں سے رہا کیا۔ جس سے دہشت گردوں کا حوصلہ اور بھی بلند ہوا اور قوم پرست قوتوں کی حوصلہ شکنی ہوئی۔ ایسا لگا کہ گویا منصوبہ بند طریقے پر دہشت گردوں کو کمک پہنچائی جا رہی ہے۔ اسکے علاوہ کچھ ایسے واقعات بھی رونُما ہوئے جن سے کشمیری پنڈتوں کی ہجرت تیز تر ہوئی۔ ۴/نومبر ۱۹۸۹ء کو شری نیل کنٹھ گنجو کو جو ایک ریٹائرڈ شیشن جج تھے اور جنہوں نے مقبول بٹ کو پھانسی کی سزا سنائی تھی۔ دِن دھہاڑے گولی مار کر ہلاک کیا گیا۔ ۲۶/دسمبر ۱۹۸۹ء کے دِن اننت ناگ کے مشہور معروف وکیل اور سماجی کارکُن پنڈت پریم ناتھ بھٹ کو سرِ عام اور دِن دھہاڑے گولی مار کر ہلاک کر

ہتھیاروں سے لیس پاکستانی فوجیوں کو اِن تربیتی مراکز میں بھیج دیا۔ جن میں وادی کشمیر سے آئے ہوئے رضاکار جہادی عسکری تربیت کے لئے آئے تھے کشمیری لڑکوں کو اِن تربیتی کیمپوں میں دہشت گردی کی تربیت کے ساتھ ساتھ مذہبی جنون زدگی کی تربیت بھی ملتی تھی۔ ہندوستان کے خلاف نفرت کا جذبہ اِنکی رگ و پے میں کوٹ کوٹ کر بھرا جاتا تھا۔ اور اِسطرح انھیں گمراہ کر کے مذہب کے نام پر اُن کا استحصال ہوتا تھا۔ تربیت پانے والے کشمیری نوجوان اور پاکستانی فوجیوں کے درمیان مخلصانہ روابط قائم کئے گئے۔ جس میں آئی۔ایس۔آئی اور پاکستان افواج شامل تھیں۔ ان کی کوششوں سے اور جدید ہتھیاروں سے لیس جہادیوں کیلئے مقبوضہ کشمیر میں مختلف تربیتی مراکز بنا کے کشمیر کے مسلمان جوانوں کو یہاں تک کہ کمسن لڑکوں کو مذہبی جنوں اور فرقہ پرستی کی نفرت سے گمراہ کیا گیا۔ ساتھ ہی ساتھ ان مراکز میں جدید فوجی تربیت سے انکو لیس کیا گیا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اِس گمراہ کُن پروپگنڈا میں دیہاتی کشمیری کچھ زیادہ ہی بہک گئے اور شہر باشوں میں صرف گنتی کے کچھ جوان اِس گمراہی کی مہم میں شامل ہوئے۔ امن پسند پنڈت اِس صورت حال سے بالکل بے خبر تھے۔ ملیٹنسی کے نتیجہ میں وہ کشمیری سِول سوسایٹی سے الگ تھلگ پڑ گئے، اِس دوران کشمیری پنڈتوں کی ایک بڑی تعداد کو اِنسان سوز ازیتیں دے کر مار ڈالا گیا۔ اِن مقتولوں میں بعض کو ایک فہرست میں شامل کیا جاتا ہے جو ضمیمے طور اِس تحریر کے آخر میں درج ہے۔ اُن کی شہادت پنڈتوں کی ہجرت کا موجب بنی۔

کر زیادہ وقت لندن میں اپنی رفیقہ حیات کے ساتھ گذارنا زیادہ مناسب سمجھا اور یہاں شری جگموہن جو ریاست کے گورنر تھے آہنی اِرادہ لیکر دہشت گردی کے چلینج کو قبول کر کے قومی مُفادات کو بچانے کی اَن تھک کوشش کرتے رہے۔ جسکو فاروق عبداللہ نے پس پشت ڈالنا اپنا طریقہ بنایا تھا گویا ''غدّر'' جیسی افراتفری کے حالات کو شری جگموہن نے بدل کر کے ریاست جموں و کشمیر میں موثر انتظامیہ چلا کر ترقیاتی اور تعمیراتی کاموں کو برقرار رکھا۔ یہاں تک کہ غدر کی سی صورت حال سے نپٹنے کے لئے سی۔آر۔پی فورسز کو پولیس سٹیشنوں میں تعنیات کرنا پڑا۔

فروری ١٩٩٠ء بھی افراتفری کا مہینہ رہا۔ اس مہینے میں کشمیری پنڈتوں کی ہلاکت جاری رہی۔ ٢رفروری ١٩٩٠ء کو ستیش تِکو ایک پنڈت جوان سال کو حبہ کدل میں سرِ بازار مار ڈالا گیا۔ ١٢رفروری ١٩٩٠ء کو آئی۔بی کے بھان صاحب کو ہلاک کیا گیا۔ اِسی طرح ١٣رفروری ١٩٩٠ء کو لسہ کول سٹیشن ڈائریکٹر دوردرشن کیندر سرینگر کو اِس کے گھر کے باہر گولیوں سے بھُن ڈالا گیا۔ انٹیلجنس آفیسر ٹی۔کے۔رازدان کو بھی گولی مار کر ہلاک کیا گیا۔ پاکستان بھارت کے خلاف چار لڑائیاں ہار چُکا تھا۔ اگر ایک جانب پاکستان کھُلی جنگ میں ناکام ہوا تھا تاہم دوسری جانب کشمیری عوام کو گُمراہ کرنے کی جنگ میں پاکستان بہت حد تک کامیاب رہا۔ ١٩٨٦ء کے بعد کشمیر کے حوالے سے ایک خطرناک سازش کا منصوبہ بنایا گیا۔ پاکستانی فوج اور اسکی خفیہ اجنسی آئی۔ایس۔آئی نے اِس سازش کا بیڑا اُٹھایا۔ انہوں نے مشترکہ طور جدید

۔۔۔ امید ظاہر کی ۔۔۔



۔۔۔ کانگریس کے صدر مفتی محمد سعید اور نائب صدر غلام رسول کار گیلی ہاؤس (منشی باغ) میں وزیر اعظم شری وی پی چاولہ سے ملنے جا رہے ہیں۔ بائیں طرف ایک وفد وزیر اعظم کے ساتھ ملاقات ۔۔۔

کشمیری پنڈتوں کی ہجرت کا محرک کون؟

یہاں ہم ۸۷۸ عیسوی سے لے کر ۱۹۹۰ء تک کشمیری پنڈتوں کی دس بار کی ہجرت کا ذِکر تفصیل سے نہیں کریں گے، مگر یاد تازہ کرنے کے لئے اتنا کہنا ضروری ہے کہ مہرگل، دیدرانی ڈُلچا، ہرش اُچلا سکندر بُت شِکن اور اعظم حسین خان سے لیکر دورِ معاصر کے جمہوری اہتمام تک مختلف مرحلوں پر کشمیری ہندوں کو ہجرت کرنا پڑی۔ اِس طویل عرصے کے دوران کشمیری پنڈتوں نے بے شمار مصیبتیں جھیلیں۔ ظُلم و ستم سہتے ہوئے بھی عدم تشدد کے فلسفہ کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ قوتِ برداشت اور معصومیت نے اِس مظلوم قوم کی ہمیشہ مدد کی ہے اور انہیں آلام کو برداشت کرنے کی توفیق دی۔ موجودہ ہجرت ۱۹۸۹ء کے وسط سے شروع ہوئی، اِسکا آغاز اصل میں فروری ۱۹۸۶ء میں ہوا تھا۔ جب ضلع انت ناگ میں متعدد کشمیری پنڈتوں کو مذہبی تعصب کا نشانہ بنایا گیا۔ یہاں تک کہ کئی مندروں کی بے حُرمتی بھی کی گئی اُس وقت کے وزیر داخلہ ایس بی چوہان موقعہ پر جانکاری کے لئے ایک دِن کے دورے پر سری نگر آئے۔ راقم کو بھی ایک وفد کے رُکن کی حیثیت سے اُنکے ساتھ ملنے کا شرف حاصل ہوا۔ بحوالہ سری نگر ٹائمز ۲۵رفروری ۱۹۸۶ء سری نگر ٹائمز ۲۴رفروری ۱۹۸۶ء جب کہ اُس وقت کے وزیر داخلہ جناب ایس بی چوہان حالات کا جائزہ لینے کے لئے سری نگر تشریف لائے تھے۔ تمام اضلاع سے

ڈیلگیشن سری نگر لائے گئے اُن میں اکثر ریاستی سرکار کے کاسر لیس تھے اور ڈسٹرکٹ کمشنروں نے ریاستی سرکار کے موقف کی تائید کے لئے ایسے ممبران کو وفد میں شامل کیا۔ جو کھلے بندوں سرکار کا راگ الاپتے تھے اور جی حضوری کر کے سب کچھ ٹھیک ہے سرکار کے گیت گاتے تھے۔

ضلع بڈگام کے وفد میں کشمیری پنڈتوں کے اصرار پر راقم کو شامل کیا گیا۔ یاد رہے اِس وفد میں آغا سعید مہدی کے علاوہ معزز شہریوں کی اچھی تعداد تھی۔ کچھ معمولی ردوبدل سے اصلی حالات نہیں بدلے، کیونکہ عوامی حکومت ووٹ بنک پالیسی کی وجہ سے بنیادی تبدیلیاں لانے سے ہچکچاتی ہیں، اِسی لئے سرکاری ڈھانچہ میں بنیادی تبدیلیاں نہیں لائی جاتی ہیں۔ فاروق عبداللہ ۷/نومبر ۱۹۸۶ء کو وزیر اعلیٰ بنائے گئے۔ لیکن حالات سُدھرنے کے بجائے اور بھی ابتر ہوتے گئے۔ قوم دشمن انتہا پسند عناصر اپنی قلعہ بندی کرتے رہے۔ انتظامیہ نے چُپ سادھ لی اور بلواسطہ طور رسمی کام ہی نبھاتے گئے۔ ۱۹/اکتوبر ۱۹۸۳ء کو ویسٹ اِنڈیز اور بھارت کے درمیان کرکٹ مقابلے مین فاروق عبداللہ کی موجودگی میں پاکستان کے حق اور بھارت مخالفت نعرے بلند کئے گئے۔ بھارت کے پرچم کی بے حُرمتی کی گئی ۔ ہندوستانی کھلاڑیوں پر پتھر پھینکے گئے۔ گویا کشمیری عوام کی اِبتدا سے ہی بھارت مخالف کرتوتوں کیلئے حوصلہ افزائی ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ ۱۸/اگست ۱۹۸۹ء کو دہشت گردوں نے پہلی بار پاکستان کے یوم آزادی کا پُرتپاک اہتمام کیا۔ ایک سرکاری سیڈیم میں مارچ

فوٹو گرافروں کی موجودگی میں ''اِسلامی جمہوریہ کشمیر'' کا پرچم لہرانا مقصود تھا۔ فاروق عبداللہ کے مستعفیٰ ہونے کے بعد گورنر شری جگموہن نے حالات کو قابو میں لانے کی کامیاب کوشش کی۔ ۲۵رجنوری ۱۹۹۰ء کو رات کو سارے سری نگر شہر میں کرفیو نافذ کرایا گیا۔ وسیع پیمانے پر افواہ پھیلائی گئی کہ جموں و کشمیر آرمڈ پولیس کے اہلکاروں نے سرکاری نوکری سے دست برداری لی ہے اور تحریک میں شامل ہو گئے ہیں۔ اِسی طرح ۲۶رجنوری ۱۹۹۰ء کو بغاوت کی سی صورت حال قائم کرنے کی وطن دشمنانہ کوشش کی گئی۔ جگموہن ایک سِول سرونٹ ہونے کے علاوہ ایک جانثار ایماندار محبِّ وطن بھی ہیں۔ اُنکی کامیاب انتظامیہ صلاحیت کو تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی ہے۔ بغاوت کی صورت حال سے نپٹنے کے لئے انہوں نے سی۔آر۔پی ایف کو تھانوں میں تعینات کیا اور اسکے ساتھ ہی جے اینڈ کے آرمڈ پولیس کو غیر مسلحہ کروایا۔ یہ دو مہینے مظلوم کشمیری پنڈتوں کے لئے بہت ہی تکلیف دہ رہے۔ اگرچہ زیادہ تر کشمیری پنڈت دسمبر اور ابتدائی جنوری میں ہی کشمیر سے کوچ کر چکے تھے۔ تاہم اقلیتی فرقہ کے بچے کھچے لوگوں کو جان و مال کی قربانی دینی پڑی۔ ستیش ٹِکو کشمیری پنڈتوں کا جوان لیڈر ۲رفروری ۱۹۹۰ء کو حبہ کدل سری نگر میں گولی مار کر شہید کیا گیا۔ اِسی طرح انٹلیجنس بیرو کے ایک ملازم کو ۱۳رفروری ۱۹۹۰ء کو گولی مار کر ہلاک کیا گیا۔ ۱۳رفروری ۱۹۹۰ء لسہ کول کو گوالی کا نشانہ بنایا گیا۔ جبکہ وہ دور درشن سری نگر کے ناظم کے فرائض انجام رہے تھے۔ ٹی۔کے۔ رازدان انٹلیجنس آفیسر سمیت کئی اور کشمیری پنڈتوں کو موت کے گھاٹ اُتارا گیا۔

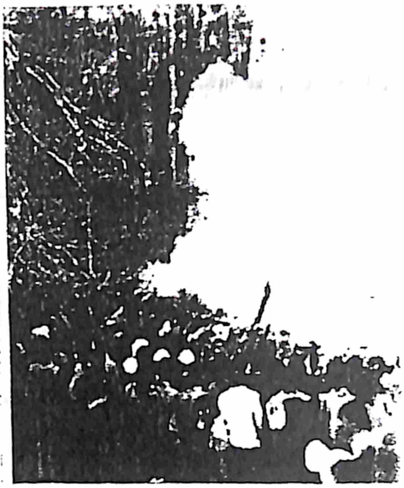
پاسٹ رکھا گیا۔ ۲۱ راؤنڈ گولیاں داغی گئیں ۲۱/اگست ۱۹۸۹ء کو نیشنل کانفرنس کے ایک رُکن محمد یوسف حلوائی کو صفا کدل میں گولی مار کر ہلاک کیا گیا اور ۱۳/ستمبر ۱۹۸۹ء کو ایک سماجی کارکن اور بھارتیہ جنتا پارٹی کے رُکن لیڈر ٹکہ لال ٹپلو کو اپنے ہی گھر کے باہر گولی کا نشانہ بنایا گیا۔ ۴/نومبر ۱۹۸۹ء کو نیل کنٹھ گنجو سابقہ جج کو جس نے جموں وکشمیر لبریشن فرنٹ کے بانی مقبول بھٹ کو پھانسی کی سزا سُنائی تھی۔ سڑک پر سرِ عام گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ صرف اکتوبر ۱۹۸۹ء میں ۵۰ بم دھماکے کئے گئے۔ ۸/دسمبر ۱۹۸۹ء کو جے۔کے۔ایل۔ایف کے دہشت گردوں نے مفتی محمد سعید کی بیٹی کو اغوا کیا۔ اور اسکے ساتھ جولائی اور ڈسمبر ۱۹۸۹ء کے درمیان ۷۰ سرکردہ دہشت گردوں کو رہا کیا گیا۔ آخر یہ کِس کی ذمہ داری تھی ملاحظہ کرنا کہ دہشت گردوں کی قلعہ بندی ہوتی گئی اور قوم پرست عناصر پامال ہوتے رہے۔ اُنکے وجود کو نیست و نابود کرنے کی کوشش کی گئی اُن کی صفوں کو کمزور کیا گیا اور وہ زبردست انتشار کا شکار ہو گئے۔ یہ سب کچھ کِس کے ایما پر ہوتا رہا اور اِنکے اغراض و مقاصد کیا تھے؟

وطن کی سالمیت پر حملہ اور وہ بھی ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت جس میں مقامی لوگوں کا ہاتھ تھا یہ کِس کی چونک تھی اور کِس کے ایما پر یہ پھیلا منصوبہ بنایا گیا۔ ۲۶/جنوری ۱۹۹۰ء جُمعہ عیدگاہ سری نگر میں لاکھوں لوگوں کی تعداد میں جہادی دہشت گرد اور علیحدگی پسند عناصر اور مقامی سیاسی کارکنوں نے مشترکہ طور پر ایک بھاری جلسے کا انعقاد کیا۔ جس میں غیر ملکی خبر رسان اور



नाड़ीमर्ग में यह दृश्य आम था।



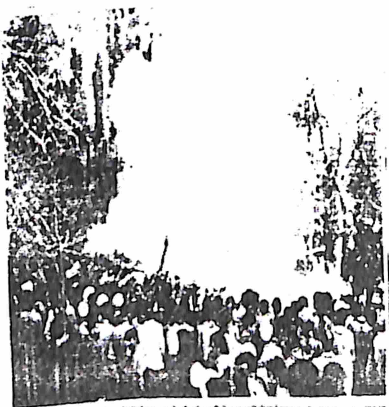




नाड़ीमर्ग में चिनार का ... द

बहन की डोली ... र्थी













नाड़ीमर्ग में चिनार का वह दरख्त ... रहा था

سرکاری دفاتر، ہسپتال اور دیگر ادارے جاسوسی کے مراکز بنا دیئے گئے۔ اِسطرح سے ہندوستان اور کشمیری پنڈتوں کو سازشوں کا نشانہ بنایا گیا۔ انتظامیہ پوری طرح لڑکھڑا گیا۔ مقامی ذرائع ابلاغ روایتی غیر جانبداری کو خیرباد کہہ کر کھلے عام دہشت گردوں کی پُشت پناہی کرنے لگے۔ کشمیری پنڈتوں کو تہدید آمیز اشتہارات بھیجے گئے اُردو اخبارات میں دہشت گردوں اور وطن دُشمن عناصر کے بیانات کو سرخیوں میں شائع کیا جاتا تھا۔

کشمیری پنڈتوں کے لئے ماحول اتنا بدل گیا کہ دیکھتے ہی دیکھتے اپنے غیر ہونے لگے۔ کل تک جِن لوگوں کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا تھا۔ آج اُن سے مکمل بے رُخی دکھائی گئی۔ اس پس منظر میں اُنکا گھر میں رہنا یا گھر سے باہر نکلنا دونوں باتیں خطرے سے خالی نہیں تھیں۔ ایسا لگتا تھا کہ گویا برسوں کی سازش کا لاوا اب یکدم پھُوٹ رہا ہے اور اس معصوم اور بے گناہ اقلیتی فرقہ کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے۔ چنانچہ برسوں سے مرکزی حکومت کشمیر کے بارے غلط فہمیوں اور سازشوں کا شکار ہوتی آ رہی تھی اور ریاستی حکومت کبھی ایک کبھی دوسرا بہانہ بنا کر مرکز سے بھاری رقومات حاصل کرنے کے در پے تھے۔ انکے درمیان ہی ایک ناطہ تھا اُدھر پاکستان ۱۹۷۱ء کی جنگ کے بعد نئے سرے سے ہندوستان کے خلاف اپنی تمام تر قوت کو متمر کر رہا تھا۔ وہ اپنی شکست فاش کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔ آج بھی اسکی یہی کوشش ہے جب بھی اور جہاں بھی موقعہ ملے ہندوستان کو اور اِسکے مفادات کو زک پہنچائی جائے۔

☆

کشمیری پنڈتوں کے اجتماعی قتل

کشمیری پنڈتوں پر بے انتہا ظلم وستم ڈھانے کے بعد انسان دُشمن درندوں نے اِس فرقہ کو صفحہ ہستی سے نیست نابود کرنے کا عزم کیا۔

۱۹۸۹ء اور ۱۹۹۰ء میں تیس سو سے زائد افراد چُن چُن کر نہایت بربریت کے ساتھ قتل کئے گئے۔ اُسکے بعد گول اُدھمپور میں اے۔کے رینہ پرنسپل، ایس۔کے بھٹ اور رویندر کابو کو ۱۵رجون ۱۹۹۷ء کے دِن اکھٹے ایک ہی جگہ پر قتل کیا گیا۔ اُنکا قصور صرف یہ تھا کہ وہ کشمیری پنڈت تھے۔ اس دردناک واقعہ کے بعد سنگرام پورہ بڈگام میں جنوری ۱۹۹۷ء کو آٹھ کشمیری پنڈتوں کو اجتماعی طور پر گھر سے باہر بُلا کر ایک ہی جگہ قطار میں کھڑا کر کے موت کے گھاٹ اُتارا گیا۔

۲۶-۲۵ رجنوری ۱۹۹۸ء کی درمیانی رات کو وندہ ہامہ جو ضلع ہیڈ کواٹر گاندربل سے آٹھ کلومیٹر دور مانسبل سڑک پر ایک گاؤں ہے یہاں کشمیری مسلمان اُس رات کو شبِ قدر کا مقدس تیوہار منا رہے تھے تو یکایک دہشت گردوں نے کشمیری پنڈتوں کو کھلے میدان میں لا کر بے دردی سے موت کے گھاٹ اُتارا۔ یہ دہشت گرد ''واکی ٹاکی'' کے ساتھ اپنے آقاؤں کے ساتھ جڑے ہوئے تھے اور اُن کے حُکم کی عمل درآمد کرتے تھے۔ دمندہ ہامہ کے سفاکانہ قتل میں کُل ۲۳ افراد موت کے گھاٹ اُتارے گئے۔ جن میں مرد،

گیا۔ اُن میں شامل ایک کشمیری پنڈت، پنڈت کنہیا لال دُودھ سابقہ اسسٹنٹ چیف انجینئر Bacons کو وحشیانہ طریقے پر قتل کیا گیا۔ باقی ماندہ سواریوں کو جو مُسلم فرقہ کے تھے باعزت رہا کیا گیا۔

۱۹رجون ۱۹۹۸ء چمپناری ڈوڈہ میں پچیس ہندوں کو اور ۶رفروری ۲۰۰۰ء کو تلوانی، جنوبی کشمیر جو سری نگر سے ۶۵ کلومیٹر دور ہے، تیس کشمیری پنڈتوں کو جن میں ایک معصوم آٹھ سالہ لڑکی بھی شامل تھی۔ وحشیانہ طور پر قتل کیا گیا۔ اسی طرح چھٹی سنگھ پورہ میں ۳۵ سِکھ موت کے گھاٹ اُتارے گئے۔ ۱۲راگست ۲۰۰۰ء کے دِن ۲۱ لوگ بشمول گیارہ امرناتھ یاتری موت کے منہ میں دھکیل دیئے گئے۔ ۱۳راگست ۲۰۰۰ء میں اُترپردیش، بہار، مدھیہ پردیش وغیرہ سے آئے ہوئے مزدوروں کو میر بازار قاضی گنڈ میں وحشیانہ طور ہلاک کیا گیا۔

کشمیری پنڈتوں کا یہ قتلِ عام ہندوستانی سیکولرازم پر ایک بدنُما داغ ہے۔ جسکو تاریخ کے اوراق سے مٹایا نہیں جا سکتا کہ ۱۹۹۷ء تا ۱۹۹۸ء کے واقعات فاروق عبداللہ کی حکومت کے دوران رونما ہوئے۔ ریاستی حکومت نے آج تک اِن اجتماعی ہلاکتوں میں ملوث کسی بھی فرد کو قانونی گرفت میں نہیں لایا۔ ۹۰-۱۹۸۹ء کے دوران بھی ۳راگست ۱۹۹۰ء تک جو انفرادی قتل کئے گئے۔ اُن میں سے ایک بھی قاتل کو سزا نہیں دی گئی۔ گجرات میں رونما ہوئے فرقہ دارانہ فسادات میں اتنے اجتماعی اور انفرادی قتل نہیں ہوئے پھر بھی وہاں

عورتیں، عمر رسیدہ اور بچے شامل تھے۔

یہ علاقہ سینک سکول مانسبل کے گردونواح میں ہے۔ جہاں سے بانڈی پورہ کی سڑک بھی گزرتی ہے۔ ونده ہامہ کے آس پاس گاؤں میں رِپور، لار وغیرہ گاؤں شامل ہیں اِسکے علاوہ لال مرگ اور سوہن مرگ کے وسیع میدان اِسی علاقے میں شامل ہیں۔

کشمیری پنڈتوں کے خلاف دشمنی اور نفرت کا عالم یہ تھا کہ ۲۳-۲۴ مارچ ۲۰۰۳ء میں ناڑی مرگ پُلوامہ میں بھی چوبیس کشمیری پنڈتوں کو بربریت اور سفاکی کا سامنا کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش کرنا پڑا۔ ناڑی مرگ میں اُس وقت آٹھ کشمیری پنڈتوں کے پریوار رہائش پذیر تھے۔ جن میں چار کنبے جُزوی اور چار کنبے مکمل طور پر ہی وہاں رہتے تھے۔ اِن کنبوں میں کچھ تو بالکل نیست و نابود کئے گئے۔ اُنسٹھ سالہ بنسی لال اُسکی بیوی، بندری پچپن سالہ دو دختران گرِجا پچیس، پرنسی بیس اور بیٹا راکیش بائیس سالہ سارے موت کے گھاٹ اُتارے گئے۔ یہاں ایک پولیس چوکی بھی رکھی گئی تھی جس میں حادثے کی رات کو چار کانسٹبل چھٹی پر تھے اور چار نے بغیر کسی مقابلے کے بندوق برداروں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کے پہلے وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو کے آباو اجداد غالباً اِسی نادی مرگ کے گاؤں کے رہنے والے تھے اور ہجرت کر چکے تھے۔ ۱۴ راگست ۱۹۹۳ء کو ایک بس سے ساری سواریوں کو نیچے اُتارا گیا۔ اِن میں اکیس ۲۱ ہندوں کو قتل کیا

حصہ دوم

کی انکوایری کمیٹیاں بنائی گئیں اور مبینہ ملزموں کو تا عمر قید اور حسبِ قانون سزا دِی گئی۔ ہماری ریاست کا باوا آدم نِرالا ہے۔ یہاں کسی بھی بڑے جُرم میں ملوث لوگوں کو بری کیا جاتا ہے۔ جِس کے لئے مرکزی اور ریاستی سرکار ہمیشہ جواب دہ رہے گی۔

ریاستی سرکار نے کشمیری پنڈتوں کے ساتھ ہمیشہ سوتیلی ماں کا سلوک کیا اور تو اور اِس فرقے کے ساتھ امتیاز روا رکھی۔ اِس امتیازی سلوک کو اگلے باب میں اُجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

☆

وقت آ پہنچا۔ بندوق بردار اِس کو باہر لے جانا چاہتے تھے اور اِصرار کرتے رہے کہ آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔ سومناتھ چونک گیا اور ایک کونے میں بیٹھ کر اِن دہشت گردوں کو چائے پانی پینے کیلئے اِصرار کرتا رہا: ''سویرے ہمارے گھر آئے ہو۔ کچھ چائے دُودھ پی لو۔ پھر بات کریں گے۔ اِس میں کیا حرج ہے۔'' سومناتھ بولتا گیا۔ اتنی ہی دیر میں بندوق بردار رسوئی سے نکل کر دو اور دہشت گردوں کے ساتھ صحن میں مشورہ کرنے لگا۔ ذرا دیر میں سمجھو صرف پلک جھپکنے میں دیوکی نے ہمت کر کے رسوئی کا دروازہ بند کیا اور سومناتھ رسوئی سے بھاگ نکل کر مکان کی پچھواڑے سے بھاگتا ہوا اپنے کِسی نزدیکی دوست کے گھر پہنچا۔ اتنے میں بندوق بردار پھر رسوئی میں داخل ہو کر دیوکی سے پوچھنے لگا کہاں گیا یہ پنڈت؟ اُس نے جواب دیا۔ ہو گا اِدھر اُدھر۔ مجھے کیا پتہ۔ مگر دیوکی نہایت ہی اطمینان، اعتماد اور دماغی توازن برابر رکھ کر سنجیدگی سے کہنے لگی۔ گھر کے ہزاروں کام ہوتے ہیں اِدھر اُدھر مجبوری سے کہیں نکل گیا ہو۔ یہ دیکھتے ہوئے دو اور بندوق بردار کمرے میں داخل ہو کر ایک دوسرے کے ساتھ گالی گلوچ کرنے لگے۔ اور اِلزام تراشی کرتے ہوئے اَناپ شناپ بولتے ہوئے ''سارا کِیا کرایا ختم ہو گیا'' اِتنا وقت ضائع کر کے بیٹھے اور زور زور سے گالیاں بکتے رہے۔ ایشور کا کرنا سومناتھ کا چھوٹا بھائی سبھاش جو گھر سے باہر تھا۔ سومناتھ اُس کو کسی جان پہچان والے کے ہاتھ سندیشا بھجوایا۔ کہ گھر نہیں جانا۔ ملی ٹنٹ وہاں بیٹھے ہیں اور سارے گاؤں

بہادُر پنڈتانی



سورگیہ شریمتی ''دیوکی''، ''پُوشہِ کُج'' ایک دِلیر، نڈر اور بہادر کشمیری پنڈت خاتون حال حال ہی ۱۱رڈسمبر ۲۰۱۲ء کو پرلوک سُدھاری۔ سورگیہ چِترگام شوپیاں کے دیارام کول کی اہلیہ تھی۔ بہت ہی سادہ اور بے لوث، گھریلو عورت، سراپا دیانت اور سچائی کی پرستار تھی۔

۱۵رجون ۱۹۹۰ء کو کچھ دہشت گرد، بندوق بردار اِن کی رسوئی میں صبح ساڑھے سات بجے وارِد ہوئے۔ دیا رام کا کنبہ پنڈتوں کی ہجرت کے ساتھ ہجرت نہیں کر چُکا تھا اور اپنے ہی آبائی گھر میں وہ رہ رہے تھے۔ اُن کا ماننا تھا کہ گھر کی آبادی گھٹتی بڑھتی رہی اِس وجہ سے گھر سے نکلنا اچھا نہیں ہے۔ وہ تجارت پیشہ، کسان تھے۔ اور اپنے بچے بھی اِسی کام میں لگائے تھے۔ چونکہ علاقائی، علیحدگی پسند، عُنصر اِس بات سے جل بھُن رہے تھے اور اِس تاک میں تھے۔ کہ دیا رام کا کنبہ ہجرت کر کے اپنا مال و جائیداد اور زمین زراعت چھوڑ دے۔ اُنہی کی نشان دہی پر بندوق بردار اِن کے بالکل واقف تھے۔ اس لئے ذرا بھر بھی گھبرا نہ گئی اور نہ ہی دماغ کا سوجھ بوجھ کھو بیٹھی۔ سومناتھ کول، دیوکی کا سب سے بڑا بیٹا، پُوجا کے کمرے سے رسوئی میں اُسی

کشمیری پنڈتوں کی بے بسی کا عالم

تقسیم ملک کے بعد کشمیری پنڈتوں کے وجود کو مٹانے کیلئے سیاسی سازشیں رچی گئیں۔ اُنکی نیستی اور نابودی کا سامان جمہوریت اور آزادی کے دور میں ہوا۔ جو اربابِ اختیار ہمیں اِس تباہی سے بچا سکتے تھے۔ وہ بھی دانستہ طور ہماری چیخ و پکار کو گونگے بہروں کی طرح ٹال مٹول کرنے لگے جو زندگی اور موت کی اِس کشمکش سے بمشکل بچ نکلے وہ نیم جان زندگی بِتا رہے تھے۔ پنڈتوں نے اپنی زندگی گزارنے کے لئے درس و تدریس کا شعبہ چُنا ہے۔ جبکہ مسلم اکثریتی فرقے کے لوگوں نے عام طور پر تجارت اور اِس سے متعلق دوسرے پیشے اختیار کیے۔ اِن پیشوں میں خوشحالی کے اچھے مواقع میسر تھے۔ آبادی کے تناسب کے مطابق اکثریت کے کم تر لوگ شہروں اور قصبوں میں تعلیم کی طرف راغب ہو گئے۔

۱۹۴۷ء-۵۳ کے دور میں میڈیکل اور انجینئرنگ کالجوں کے داخلے کے لئے ہندوؤں لڑکوں کو لازمی تھا کہ ایف ایس سی یعنی 10+2 میں فسٹ ڈِویژن میں پاس ہوں۔ جبکہ اِن ہی داخلوں کے لئے مسلم طلبا کے لئے صرف پاس ہونا کافی تھا۔ اُونچے عہدوں اور تنخواہ سکیلوں کے لئے ترقی کی بنیاد سنیارٹی نہیں بلکہ آبادی کا تناسُب تھا، اِسطرح سے پنڈت ملازم نچلے عہدوں سے کبھی ترقی نہیں پاتے۔

میں جنگل کی آگ کی طرح یہ خبر پھیلائی کہ ملی ٹنٹ دیارام کے گھر میں حملے کی غرض سے آئے ہیں اور سب کچھ چھان مار رہے ہیں تاکہ دیارام ہاتھ لگے۔

قدرت کا کرنا کون ٹال سکتا ہے۔ دونوں بیٹے بچ گئے۔ جاتے جاتے Ambassador Car میں بیٹھے۔ ایک مقامی نوجوان نے دیارام کی پہچان کی جو مخالف سمت سے گاؤں کی طرف آرہا تھا۔ انہوں نے اُسکو گاڑی میں بٹھایا اور کہنے لگے کہ آپ ہمارے ساتھ آکر ایک ضرری معاملے پر بات کریں۔ چونکہ یہ بندوق بردار نقاب پوش بھی تھے۔ دیارام کو خلوت میں لے کر گولیوں سے بوندھ لیا۔ اُس کے بعد دیوکی کی کمر ٹوٹ گئی اور اپنی ہمت اور سوجھ بوجھ سے سومناتھ کو بچا پائی مگر اپنے شریکِ حیات کو بچا نہ سکی۔ اِس بہادر خاتون کا پیغام حق ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ ''خوف ہی دنیا میں مصائب کی جڑ ہے۔ کسی بھی چیز سے مت ڈرو۔ ڈر کی لپیٹ میں آنے سے انسان اپنا وجود کھو دیتا ہے۔''

☆

۱۹۶۹ء کشمیری پنڈتوں کے لئے ایک تاریخی سال تھا۔ جبکہ انہوں نے سرکاری مظالم کے خلاف اپنے بنیادی حقوقوں کی حمایت کے لئے پہلی مرتبہ ہندوستان کی عدالت عالیہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اِسکے خلاف ریاستی سرکار نے اپنی من مانی اور غیر مصفانہ عملداری پر پردہ ڈالنے کے لئے مُسلم پسماندہ طبقہ کا کارڑ چلایا اور اِس سلسلے میں Backward کمشن کا رِپورٹ اپنے بچاؤ میں پیش کیا۔ جب عدالت عالیہ میں یہ بہانہ نہیں چلا تو پھر ''اِنٹرویو'' کا ایک اور بہانہ بنا کر پنڈتوں کے ساتھ امتیازی سلوک کرنے اور بنیادی حقوق پر ڈھاکہ ڈالنے کے لئے ایک تگ بنایا۔ پنڈت ملازموں نے اِس انٹرویو کا اجتماعی بائیکاٹ کیا۔ جب ریاستی سرکار نے عدالت عالیہ سے اِس بارے رجوع کیا تو آنریبل چیف جسٹس نے یہ ریمارکس پاس کئے:

"They did the best, because they knew the laws were bad. Had the laws been good, they would have suffered." (Actual words quoted)

حقیقت یہ ہے کہ پنڈت مُلازموں نے یہ کشمکش اپنے بل بوتے پر کی اور سماج نے اِن کی کوئی معاونت نہیں کی۔

دوران ہجرت بھی جلاٗ وطن پنڈت ملازموں کو اپنی تنخواہوں اور اُنکے بھتہ الاؤنسز کے لئے پھر سے عدالت کا دروازہ کھٹکھانا پڑا۔ انہیں ہوس رینٹ الاؤنس یعنی کرایہ مکان HRA اور سِٹی کمپنیسٹری الاؤنس CCA سے بلا وجہہ محروم رکھا گیا۔ اِس ناانصافی کے خلاف اِن ملازموں کو سات سال تک ریاستی ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کی خاک چھاننا پڑی۔ ریاستی ہائی کورٹ نے

ملازموں کے حق میں فیصلہ سُنایا۔ تو ریاستی سرکار نے اِس فیصلے کے خلاف اپیل دائیر کی جسکو ۸/جنوری ۲۰۱۰ء میں آنریبل سُپریم کورٹ نے خارِج کیا۔ مگر پھر بھی سرکار کی سینہ زوری اور دیدہ دلیری دیکھے کہ اُنہوں نے یہ الاؤنسز ۲۰۱۰ء سے واگذار کئے جبکہ سابقہ آٹھ سال سے بقایا جات واگذار نہیں کئے۔

اِسی طرح کشمیری پنڈتوں کے وادی میں ۱۹۹۰ء کے دوران نذرِ آتش کئے گئے مکانوں کا ایکس گریشیا ریلیف کا صِرف پچاس فی صدی واگذار کیا گیا اور ۲۳ سال گذرنے کے بعد بھی باقی 50% رقومات وگذار نہیں کئے جا رہے ہیں۔ یہاں یہ کہنا ضروری ہے کہ Exgratio کا محاوضہ صرف زیادہ سے زیادہ ایک لاکھ تک محدود کیا گیا جبکہ نقصانات اِس سے سینکڑوں گناہ زیادہ ہیں۔ یعنی جس جلائے گئے مکان کی مالیت کروڑوں میں تھی اُسکی بھی بالائی حد صرف ایک لاکھ مقرر کی گئی اور اُس سے کم کوڑیوں کے بھاؤ میں تخمینوں کا اندازہ کیا گیا۔

کشمیری پنڈتوں کے Temples & Shrines بل کو اسمبلی میں پیش ہونے کے بعد دانستہ طور پر پاس نہیں کیا جا رہا ہے۔ تا کہ اِن مقدس مقامات کی بے جا مُداخلت اور بے حُرمتی نہیں ہوتی۔ اوقاف کا وقف بورڈ اور گُردوارہ پربندھک بورڈ سالہا سال سے کام کر رہے ہیں اور اِن فرقوں کے مقدس مقامات کی دیکھ بھال ٹھیک ڈھنگ سے ہوتی ہے۔ مگر پنڈت فرقے کے اِن مذہبی مقامات کو جابرانہ اور غاصبانہ قبضے سے نہیں بچایا جا رہا ہے۔ یہ پیش کی

کشمیری پنڈتوں کی واپسی اور از سرنو آباد کاری

۲۰۱۲ء میں کشمیری پنڈتوں کی ہجرت چوبیس ویں سال میں داخل ہو رہی ہے۔ ۱۹۸۹ء سے اب تک وِتستا میں کافی پانی بہہ چُکا ہے۔ اجباری ہجرت تو ایک گھاوٗ ہے جو کشمیری پنڈت سہے جا رہے ہیں لیکن زندگی کا کاروبار جذبات سے نہیں بلکہ تحمل اور بردباری سے چلتا ہے۔ مگر پھِر بھی اِس سماج میں کچھ لوگ جذبات میں بہہ جاتے ہیں۔ یہ سادہ لوح لوگ بھول جاتے ہیں کہ جو عناصر اِس انسانی تظلّم کے ذمہ دار ہیں وہ اب بھی پوری لگن سے اپنے عزائم کو کامیاب بنانے میں لگے ہیں تا کہ اِس فرقے کو صفحہ ہستی سے نیست نابود کر دیا جائے۔ جو لوگ ابھی بھی اپنی آبائی جگہوں پر از سرنو آباد ہونے کے خواب دیکھ رہے ہیں اُنھیں بھولنا نہیں چاہیے کہ ریاستی سرکار اِنکے جان و مال کے تحفظ میں نہ تو دلچسپی رکھتی ہے اور نہ ہی تحفظ دینے کے اہل ہے۔ اصل وجہ یہ ہے کہ یا تو وہ اپنے فرائض کو انجام دینے میں غیر سنجیدہ ہیں یا پنڈتوں کا قلع قمع کرنے کے منصوبے میں شریک ہیں۔ کیونکہ اُنکی غلطی کی وجہ سے ہی سات لاکھ کشمیری پنڈتوں کو جلا وطن ہونا پڑا۔ اور ایک ہی جھٹکے میں کشمیر سے اچانک ہجرت کرنا پڑی۔ جو لوگ سیکولرازم کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں۔ آئے دِن راگ الاپتے ہیں کہ کشمیر میں پنڈتوں کی آمد ایک خوش آئند بات ہے۔ وہ اُسی سانس میں انکی واپسی کو مشروط بناتے ہیں۔ اِس سلسلے میں وزیرِ اعظم ہند کی مہاجرین

گئی تفصیل ''مُشتے نمونہ از خروارے'' کے مصداق ہے۔ اگر اِس ظلم و جبر کی داستان کو مفصل طور پر بیان کیا جائے تو اِنسانی درندگی کی نہایت بھونڈی تصویر اُبھر کر سامنے آتی ہے۔ ۶/اپریل ۲۰۱۳ء کے دِن قانون ساز اسمبلی نے اب اِس بل کو سلیکٹ کمیٹی کے پاس بھیج دیا ہے اور اسطرح بل کے نامنظور کرنے کا شاطرانہ طریقہ اختیار کیا ہے۔

اِس سب کے باوجود پنڈت برادری وطن واپسی اور ازسرنوآباد کاری کی سعی کاوش میں لگی ہے۔ اُسکی تفصیل اگلے باب میں ملاحظ فرمائیں۔

☆

متعلق ڈِسٹرس سیلز یعنی فروخت بحالت مجبوری ایک ہی سمت جا رہے ہیں۔ سُست رفتار، پالیسی سے پتہ چلتا ہے کہ ریاستی اور مرکزی سرکار کے ادارے کشمیری پنڈتوں کے تئیں کِس قدر سرد مہری کا رویہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اِسی وجہ سے کشمیر میں اقلیتی فرقوں کو زبردست خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ یہ خطرات مستقبل میں کم نہیں بلکہ اور بھی سنگین ہو سکتے ہیں۔ مولوی اور اِمام صاحبان جو باہر سے آکر ریاست کی مختلف مساجد میں تبلیغ اور وعظ خوانی کر رہے ہیں وہابی مکتب فِکر کے ساتھ جُڑے ہیں۔ اصل میں اعتقادیوں اور وہابیوں کے درمیان ٹکراؤ پہلے سے ہی چلتا آ رہا ہے۔ وہابی مکتب فکر آستان پرستی اور خانقاہیت کے خلاف ہے۔ دوسرے مذہبوں کے ماننے والوں کے خلاف بھی زبردست تبلیغی مہم چلا کر لوگوں کے دِل نفرت سے بھر دیتے ہیں۔ اِس وجہ سے مسالمیت آمیز زندگی اور ہمزیستی جیسی خُوبیاں دِن بدن کم ہوتی جا رہی ہیں۔ سچ تو یہ ہے کئی اِسلامی ریاستیں کشمیر کو ایک مسلم ریاست بنا کر وسطی ایشا میں ایک نیا بحران پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

کشمیر کے سماجی اور مذہبی حالات میں ایک زبردست بدلاؤ محسوس کیا جا رہا ہے۔ ۱۹۸۶ء سے غیر رسمی طور پر یہ بدلاؤ نمودار ہُوا اور پھر ۱۹۹۰ء کے بعد اِس نے اپنی جڑیں مضبوط کیں۔ کشمیری پنڈتوں کو اکثریتی فرقہ سے دور رکھا گیا۔ اور اکثریتی فرقے کو شدت سے کٹرپنتھی بنایا گیا۔ اِس سے بھی کشمیری پنڈتوں میں ایک گُھٹن پیدا ہونے لگی اور باہمی اعتماد کم ہونے لگا۔

کے لئے تین ہزار نوکریوں کے پیکج کا سارا مالی خرچہ سیکورٹی سے متعلق گرانٹ کے ذمہ کرایا جاتا ہے۔ یہ اِس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جو لوگ ریاستی حکومت اور انتظامیہ کو چلاتے ہیں وہ کس حد تک کشمیری پنڈتوں کے بہی خواہ ہیں اور اُنکو کشمیر کا حصہ مانتے ہیں۔ اسلئے لوگ اِس فرقہ کی بے بسی کا فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ لیکن اِس قوم کو ہمیشہ بے وقوف بنایا نہیں جا سکے گا۔ کشمیری پنڈت اِن کی دیانت داری، خلوص اور نیک نیتی کے بارے میں کسی بھی شک و شبیہ کے شکار نہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ اقتصادی تناظُر میں اِس قوم کے متعدد حصے ہوئے۔ جِس وجہ سے یہ قوم اور قوموں سے کنارہ کش نہیں ہو سکتی ہے اور اپنی پہچان آہستہ آہستہ کھو رہی ہے۔ انہی حالات کے پیشِ نظر کشمیری پنڈتوں کی قوم کا ایک خاصا حصہ عالمی برداری کے ساتھ جُڑ گیا اور اِسطرح گویا اِس قوم کے منفرد سماجی اور مذہبی اِقدار کو بے معنی کیا گیا۔ اگر یہ سلسلہ ایسے ہی جاری رہا تو عین ممکن ہے کہ آنے والی کُچھ دہائیوں میں یہ قوم مکمل طور پر اپنی پہچان کھو دے گی۔ اِس نقصان کی پروا کِس کو ہے؟ اِس وقت جو نا اُمید جوان کوئی متبادل راستہ نہ دیکھتے ہوئے اپنے آباو اجداد کے طور طریقوں پر اپنی زندگی بِتانا چاہتے ہیں وہ مشکلات سے دو چار ہیں اور مرکزی دھارا میں شامل ہونا اُنکی مجبوری ہے۔ جہاں تک قوم کے باقی افراد کا تعلق ہے۔ اُنکا کشمیر واپس جانا روز بروز دُشوار بنتا جا رہا ہے۔

کشمیری پنڈتوں کے غیر منقولہ جائیداد پر غاصبانہ قبضہ اور اِس سے

لباس وادی کی روایات کے ساتھ بھی میل نہیں کھاتا۔

ایسے حالات میں کشمیری پنڈتوں کی واپسی اور وہ بھی اپنے آبائی مسکنوں میں بڑی بے تُکی سی بات لگتی ہے۔ اِس مُٹھی بھر فرقے کے لئے ایک الگ محفوظ بستی بنائی جائے یہ وقت کہ اہم ضرورت ہے۔ جس سے یہ فرقہ اعتماد حاصل پا کر امن اور شانتی سے وادی میں رہ سکے۔

حکومت ہند کی وزارت داخلہ نے حال میں ہی ایک رِپورٹ شائع کی ہے جس میں ''کشمیر میں مذہبی تعصب کے پھیلاؤ'' پر زبردست فِکرمندی ظاہر کی ہے۔ رِپورٹ کے مطابق فرقہ پرست عناصر وادی میں منافرت پھیلانے کے لئے اُس سماج کے اندر دور دور تک رسائی اور اثر رسوخ پیدا کر چکے ہیں۔ اِس رِپورٹ کے حوالے سے بھی کشمیری پنڈت ایسے ماحول میں رہنا اپنے لئے اِسے ناموافق اور نا مناسب خیال کرتے ہیں۔ اِس طرح ایک بستی کا فارمولا اِس فرقے کے لئے قابل غور اور قابلِ عمل مُتبادِل بن سکتا ہے۔ ریاستی اور مرکزی سرکار کے لئے یہ ایک مناسب موقعہ ہے کہ وہ ایک حتمی فیصلہ لیں۔ اِس فیصلے سے کشمیری پنڈتوں کا فرقہ واپس جانے کے لئے متحرک ہوگا اور یہ فیصلہ عام طور پر ان کے اجتماعی مسائیل کے لئے ایک حل ثابت ہو سکتا ہے۔ ضرورت اِس بات کی ہے کہ ارباب بست و کُشاد ایک بستی فارمولا پر ٹھنڈے دِل سے اور بغیر تعصب کے غور و خوض کریں۔ ریاستی وزیر اعلیٰ عمر عبداللہ کا واپسی موقف اگلے باب میں ضبط تحریر ہوا ہے۔

☆

کشمیری پنڈتوں کو سماجی اور تمدنی تناظر سے محدود کیا گیا۔ اِس مقصد کے حصول میں علیحدگی پسندوں اور پاکستانی عناصر نے بڑی محنت کی۔ اِسی وجہ سے اکثریتی فرقے نے کشمیری نوجوانوں کی عسکری بربریت کی برملا مخالفت نہیں کی اور نہ ہی دہشت گروہوں کی حرکت پر ناراضگی ظاہر کی۔ اِس سے وادی اقلیتی فرقوں کے لئے بے حد نامساعد بن گئی اور فرقوں کے درمیان روا داری کا رشتہ مُنجمند ہونے لگا۔ دہشت گردی کو درپردہ جوازِیت کی ایک قانونی شکل دینے سے سماج اور قوم مخالف عناصر مضبوط ہوتے گئے۔ کشمیر میں سیکولرازم، ہم زیستی اور سماجی میل ملاپ کا ماحول زہرآلود بن گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ وادی کا ماحول اِس تبدیلی کے لئے سازگار نہ ہُوا۔ لگتا تھا جب یہ قانونِ قدرت کے خلاف ہے۔ اکثریتی فرقہ اور حکومت کے درمیان گویا ایک طرح کی سانٹھ گانٹھ تھی جس سے سماجی طور طریقے زندگی کے رہن سہن اور وادی کا ماحول سبھی اجنبی سے نظر لگ رہے تھے۔ بیس بائیس سال گزرنے کے بعد یہ جانے پہچانے دہشت گرد واپس وادی کی طرف کوچ کر رہے ہیں اور اپنے ساتھ اپنا بھاری بھرکم کنُبہ جو مقبوضہ کشمیر میں پنپتا رہا اب وادی کا رُخ کئے ہوئے ہے۔ اِن کی بازآبادکاری کے لئے سرکار نے کئی قدم اُٹھائے ہیں اور اِن کو عام بستیوں میں عام لوگوں کے ساتھ بسایا جا رہا ہے۔ جو سماجی نکتہ نظر سے صحتمند قدم نہیں ہے اور جس سے مستقبل میں خطرات لاحق ہونے کا اندیشہ بڑھ رہا ہے۔ سرکار نے دانستہ طور چُپ سادھ لی ہے۔ ڈرس کوڑ ایک نیا فتنہ بپا کیا گیا ہے۔ طالبان قسم کا لباس سماج کو غلام بنانے کا ایک ہتھیار بنکر عام ہوا ہے۔ ایسا

پر اِن کا اخراج اِنکے بنیادی حقوق پر شب خون مارنے کے برابر ہے اور اِنکے مذہبی رسومات میں سراسر مُداخلت ہے۔ اِن کے کچھ مذہبی رسومات باقی ہندوؤں سے الگ ہے۔ مثال کے طور پر کشمیری شِوازم کا فلسفہ "ترِکا" روحانی عرؤج کچھ اپنی طرز کے فلسفیانہ عقائید اور افکار ہیں۔ اِس وجہ سے کشمیر سے اِن کی علیحدگی اِنکی روح کو مجروح اور اِنکے دِل کو آزار پہنچا رہی ہے۔ یہ لوگ قدیم آرِیائی نسل سے ہیں۔ اِنکی بُود و باش ایک طویل تاریخ ہے۔ ریشیوں مُنیوں کی یہ اولاد عام طور پر امن پسند ہے اور پرہیزگار اور متعدین ہے اُس فرقے کو اپنے سادھوں، سنتوں، شاعروں، مصوروں، مفکروں اور دانشوروں پر بھی ناز ہے۔ جنہوں نے علم و ادب کی بلندیوں تک رسائی حاصل کی ہے۔

بارہویں صدی تک کشمیر کی آبادی کا بڑا حصہ ہندوؤں کا تھا۔ انہوں نے پیار و محبت، ہمدردی، امن و شانتی اور بھائی چارے کا پیغام دُنیا کو دِیا۔ اِن کے مذہبی مقامات اور علمی مراکز نے علم و ادب کی تردیج کی اور عالمی بھائی چارے کا سبق سِکھایا۔ مگر تیرہویں صدی سے لیکر ستارہویں صدی تک یہ غیر ملکی حُکمرانوں کے زیرنگین ہوگئی۔ جس وجہ سے کشمیری پنڈت نت نئے مصائیب کے شِکار ہوئے اُن پر جزیہ لگایا گیا۔ اُن کی مذہبی جگہوں کو مِسمار کیا گیا۔ یہاں تک کہ اِن کو مذہب بدلنے پر مجبور کیا گیا۔ کچھ لوگ مصائیب نہ سہہ سکے اور اُنہوں نے ترکِ دین کیا جسکے نتیجہ میں ایک وقت کا اکثریتی فرقہ اقلیتی فرقہ میں تبدیل ہوأ۔ جو کچھ لوگ اِس آفت سے بچ گئے وہ اب تک

گُونا گُون مسائیل جھیل کر بھی کشمیری پنڈت مسلک اور عقیدے کے پابند

دُنیا میں سب سے بڑی روحانی طاقت عقیدے اور بھرُوسہ میں مضمر ہے۔ مختلف مذاہب کے ماننے والے اپنے عقیدے کے مطابق پوجا، پاٹھ، جپ، تپ اور عبادت کرتے ہیں۔ صحیح دھرم پالنے والے مذہبی عقیدے اور نظریہ میں مُداخلت نہیں کرتے۔ سبھی مذہبوں کی بنیاد اور منزل ایک ہے۔ شاعر نے خوب کہا ہے ''مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا'' عالمگیری خانوادہ کا تصور اِسی بنیاد پر قائم ہے۔ ترقی اور تعلیمی فروغ سے جہالت اور ذہنی پسماندگی بتدریج کم ہوتی جا رہی ہے۔ مگر پھر بھی دنیا میں نفرت پھیلانے کے لئے مذہب کی آڑ لی جارہی ہے۔ اور کہیں کہیں حقیر سیاسی مفاد کے حصول کے لئے مذہب کو جوڑنے والی قوت کے طور استعمال کیا جا رہا ہے۔

کشمیر ایک خوبصورت وادی ہے جہاں دُنیا بھر کے لوگ سکونِ قلب حاصل کرنے اور دُکھ درد بھولنے کے لئے آتے ہیں۔ پنڈت یہاں کے پُشتنی باشندے ہیں۔ اِنکا دھرم کرم تہذیب ثقافت اور تمدُن وادی کے ماحول کے ساتھ ہزار ہا سال سے جُڑا ہُوا ہے۔ اِس فرقے کی مذہبی سنتوں کی آبیاری صرف اور صرِف وادی میں ہی ممکن ہے۔ مگر وادی سے سیاسی سازشوں کی بنیاد

تاریخ گواہ ہے کہ چودھویں صدی کی پہلی دھائی میں کشمیر میں صدیوں پرانا ہندو راج ختم ہوا اور اسکی جگہ ایک ایسے اسلامی خاندان نے لی جو کشمیر کی سرِ زمین سے نہیں اُبھرا بلکہ جسکی بنیادیں ایک خارجی ہمسایہ ملک میں تھیں۔ اسلئے اِن حکمران خاندانوں کو لازمی طور یہاں کے مقامی اہلِ علم و معرفت کی اِعانت لازمی تھی تاکہ سلطنت کا نظم و نسق مناسب طور چلایا جا سکے۔ نیا حکمران طبقہ اگرچہ کشمیر کے سیاہ و سفید کا بزور تلوار مالک بن گیا تاہم وہ کشمیر کی تاریخ دیرینہ تمدن اور معاشرے سے بیگانہ رہا۔ کیونکہ اسکی ذھنی تربیت ایک ایسے طرزِ تفکر اور رسم و رواج پر ہوئی جو بہرحال خارجی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام اور اسلامی روایات کے فروغ کے بعد بھی طویل عرصے تک کشمیر کی ثقافت ایک خاص سانچے میں ڈھل گئی۔ رشی مت، صوفی مت اور دیگر عرفانی اور فکری تحریکیں اِسی تاریخی عمل کی عکاسی کرتی ہیں۔

ڈوگروں نے ایک سو سال کے اپنے دور حکومت میں کشمیر کی اس تاریخی اور ثقافتی رَو کو اپنی آن و بان سے برقرار رکھا۔ اس حکمران خاندان نے کشمیریوں کے مذہبی عقائد میں ہرگز دست اندازی نہیں کی اور سیکولرازم کو بغیر تشہیر و تبلیغ عملی طور فروغ بخشا۔ چنانچہ جب ہم اس تاریکی حقیقت کا مقابلہ اُن حالات سے کرتے ہیں جنکے نتیجہ میں پوری کشمیری پنڈت برادری کو جلاء وطن کیا گیا تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اِسکے پیچھے ایک سوچی سمجھی سازش تھی جو باالآخر کامیاب ہوئی۔ جو کشمیری پنڈت اب بھی اصرار کرتے ہیں کہ ہمیں واپس

جبر و ظلم سہہ رہے ہیں۔

۱۸۲۰ء میں غیر ملکی ظالم اور اِنسان دُشمن حُکمرانوں سے اقتدار چھن لیا گیا جسکے نتیجے میں پنڈتوں کے مندروں اور استھاپنوں کی ایک حد تک بحالی ممکن ہوسکی۔ اِسکے بعد ہی ڈوگرہ راج کا سُورج طلوع ہوا۔ ریاست بھر میں بشمول لداخ مذہبی رواداری اور بھائی چارہ بحال ہو گئے۔ چونکہ ملکی سطح پر انگریزی راج قائم تھا انگریز اپنے وائسرایوں کے ذریعے اچھا نظم ونسق چلانے کے کوشاں تھے۔ کشمیری پنڈتوں نے پانچ سو سال تک غیر ملکی حملہ آوروں کے ستم جھیلے اور غیر یقینی صورت حال کا صبر و تحمل سے مقابلہ کیا۔ یہ قوم صبر و اِستقلال ہمت میں غیر متزلزل یقین رکھتے ہیں۔ اُنہوں نے اپنی وفاداری پر آنچ آنے نہیں دی یہ اُن لوگوں میں نہیں ہیں ''جو گنگا گئے گنگا رام جمنا گئے جمنا داس'' اِسی وجہ سے ۹۰-۱۹۸۹ء میں صدیوں سے سمٹی ہوئی منقولہ اور غیر منقدلہ جائیداد چھوڑنے پر ذرا سی پروا نہ کی اور اپنے دین اور معاشرے کو بچانے کے لئے اپنا ایمان نہ بدلا۔ اُنہوں نے ''جیو اور جینے دو'' کا سُنہری اصول اپنایا ہے۔

۱۹۹۰ء کے آغاز میں کشمیر کے سیاسی حالات اور امن و امان کی صورت حال اِتنی ناگُفتہ بہ ہو چکی تھی کہ پنڈت لوگوں کو ترکِ وطن کرنے کے لئے اِجتماعی فیصلہ کی ضرورت نہ تھی۔ نتیجتاً انفرادی فیصلہ ایک اِجتماعی شکل اختیار کر گیا۔ انہوں نے زہرِ ہلاہل کو کبھی قند نہ کہا۔

قرانی لفظ سے ہے اسلیئے ال متبرک اور قابل عبادت ہے درصورتکہ خدا کا لفظ غیر اسلامی اور کافرانہ ہے۔ چنانچہ اب آپکو سری نگر کے دوکانوں، کارخانوں، سڑکوں، عام انسانوں وغیرہ کے نام عربی نام ملیں گے۔ جو 'ال' سے شروع ہوتے ہیں۔ انسانی تاریخ اِنہی عجیب وغریب حادثوں کا مرکب ہے۔

جو پنڈت صاحبان جان بوجھ کر تاریخ کشمیر کی تنگ گلیوں میں سے دامن بچا بچا کر چلنا چاہتے ہیں ہم اُن سے درخواست کرینگے کہ وہ پنڈتوں کی واپسی کا مسئلہ سرسری حالات کے پس منظر میں زیر غور لانے کی عادت چھوڑ دیں اور تاریخ کے اوراق کو نہایت سنجیدگی سے زیرِ غور لایں۔ تاریخ سبق آموز اور عبرت آموز علم ہے۔ یہ مشعل راہ ہے اور اسی کے سہارے پنڈتوں کو اپنے مستقبل کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ مہاجروں نے زمانہ گذرنے کے ساتھ ساتھ عظیم الشان تہذیبوں کو جنم دِیا ہے اور انسانی تہذیب کو مالدار بنایا ہے۔ ہجرت کو اگر مبثت نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو پنڈتوں کیلیئے بقول شاعر ''زمین اور ہیں آسمان اور بھی ہیں'' آٹھ صدیوں تک ان کے دست و بازو پر پڑی آھنی بیڑیاں اور زنجیریں کٹ چکی ہیں۔ انکے نوچے گئے پروبال پھر سے آمادہ پرواز ہیں۔

قناعت نہ کر عالم رنگ و بو پر
زمین اور ہیں آسمان اور بھی ہیں

جانا چاہیے۔ وہ یہ سوال پوچھنے میں احتراز کرتے ہیں کہ آیا وہ حالات جنکی بنا پر ہمیں کشمیر کو خیرباد کہنا پڑا تھا، بدل چکے ہیں یا نہیں؟ اسکے ساتھ ہم اُن صاحبان کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرنا چاہینگے کہ پچھلے سال کے دوران کشمیر کی سماجی اور ذہنی زندگی میں بہت بڑی تبدیلی آئی ہے۔ کشمیری سماج کو اسلامیانے سے بڑھکر عربایا گیا ہے اور جو کلچر اب وہاں پھیلا ہوا ہے۔ وہ وہابی اور سلفی کلچر کی بھرپور عکاسی کر رہا ہے۔ وہابیوں اور اعتقادیوں کے درمیان اختلاف کی خلیج وسیع ہو چکی ہے اور جو عناصر کشمیری اسلامی ثقافت کو اعتدال اور میانہ روی پر گامزن رکھنے کی حکمت عملی اختیار کر چکے تھے وہ رو بہ تنزل ہیں۔ چنانچہ کشمیری مسلم سماج اس بات پر فخر کرتا ہے کہ وہ امُت اسلامی کا اہم حصہ ہے۔ اتنا ہی نہیں انہیں باور کرایا جا رہا ہے کہ کشمیر خلافت اسلامیہ کا مرکزی رُکن ہے اور اس لحاظ سے بھی کشمیریوں پر فرض عاید ہو رہا ہے کہ وہ عرب کی پیداوار یعنی وہابی اور سلفی عقاید کو حتی الوسع فروغ دیں۔ انہیں یہ بات ذہن نشین کرائی جاتی ہے کہ کشمیر کا اسلام ایران نوار اسلام ہے جس میں بڑی حد تک بدِعت کی اجازت ہے۔ اسلئے اُسکا تصفیہ عربانے سے ہی ہوسکتا ہے۔

چونکہ ایران کا دور ختم ہوا ہے اور عرب کا دور شروع ہوا ہے اسلئے ایرانی رفتار و گفتار کے سارے نقوش لوحِ ایام سے حک کئے جائیں۔ چنانچہ اب خدا حافظ نہیں اللہ حافظ کہا جائیگا کہ لفظ خدا قدیم ایرانی زبان اوستا یا پہلوی سے لیا گیا ہے۔ جسکے ساتھ اسلام کا کوئی سروکار نہیں۔ اور ''اللہ'' تو

اور رواداری انکے کیلئے جان کن ثابت ہوئی۔ وہ بندوق بردار نہ بن سکے۔ دُنیا بھر کی اقلیتوں میں یہی لوگ سب سے حلیم اور بے ضرر ہیں۔ اِسلئے بھی دُنیا بھر کی اقلیتوں میں سماج مخالف عنصر اِس فرقے کو حلوا سمجھتے رہے۔ اس فرقہ نے حقیقت حال کو سمجھ کر بھی آنکھیں مؤند لیں۔ حالات نے انہیں مجبور کیا کہ وہ اپنی اصلی کیفیت کو دبائیں اور سطحی شخصیت کا لبادہ پہن لیں۔ اِسی وجہ سے اِس قوم کو اکثر لینے کے دینے پڑے ہیں۔ خالص ڈوگرہ دور حکومت میں اِس فرقے نے کچھ افاقہ کے دن دیکھئے۔ سرکار کی طرف سے ہونے والی دل آزاری سے بچتے رہے۔ کیونکہ وہ سرکاریں جانب دارانہ ہوا کرتی تھیں نہ ہی اُنکو ووٹ بنک پالیسی کو ملحوظ نظر رکھنا پڑتا اور نہ اُن کو فرقہ دارانہ تناؤ بھڑکانا پڑتا۔

۱۹۳۱ء میں سری نگر سینٹرل جیل پر کچھ سماج دُشمن اور شر پسند قوتوں نے حملہ کیا۔ اُسکے بعد مہاراج گنج اور وژار ناگ میں کچھ تاجروں کو جن کا تعلق ہندو فرقے سے تھا، اور کچھ کشمیری پنڈتوں کو لُوٹا گیا۔ اِسی دوارن کنہ کُوٹ چاڈورہ بڈگام میں کشمیری پنڈتوں کے ایک کُنبے پر وحشیانہ، قاتلانہ حملہ کیا گیا۔ اور ایک ہی پریوار کے آٹھ افراد کو گولیوں سے بھُن ڈالا گیا۔ یہ خاندان شِو جی بھٹ جو کنہِ کوٹ گاؤں کے نمبردار بھی تھے اور علاقے کے ایک بڑے زمیندار۔ اِنکا خاندان سینکڑوں کنال خشکی کا مالک تھا اور سینکڑوں اخروٹوں کے درخت اِنکی ملکیت میں تھے۔ اخروٹ کا اچھا کاروبار چلاتے

جانب دار ریاستی سرکار کی دِل آزاری اور پنڈت

کشمیری پنڈت برادری ہمیشہ خوف و ہراس پریشانی، نااُمیدی، ڈر اور متواتر غیر یقینی کی صورت حال سے دو چار رہی ہے۔ موجودہ ہجرت سے پہلے بھی زندگی کو آزادانہ ماحول میں کھلے دِل سے گزارنا اِنکے نصیب میں نہ تھا۔ ''ائیر پیئر آیا تو پکڑ لونگو'' معمولی بات پر بھی پنڈتوں کو نشانہ بننا پڑتا۔ چاہے کنیا کُماری سے کشمیر تک کہیں بھی کوئی معمولی بات ہو جاتی ہے تو پنڈتوں کی شامت آتی ہے۔ سن ۸۷۸ء سے ۱۹۰۰ء تک کشمیری پنڈتوں کو کوئی دس مرتبہ ہجرت کرنا پڑی۔ مہرگل، دیدرانی، دُلچا، ہرشا، اچلا، سِکندر بُت شِکن اور اعظم حسین خان کے دور میں ہجرت کرنا پڑی۔ لیکن حالات معمول پر لوٹنے کے بعد واپس وہ اپنے آبائی وطن چلے جاتے تھے۔ اور مسلم برادری کے ساتھ ہی رہتے تھے۔ آج کے اور اُس دور میں فرق اِتنا ہے کہ جب حکومتیں بدلتی تھیں اور راجے مہاراجے بدلتے تھے تو سرکار کی جانب سے اِنکی مرہم پٹی ہوتی تھی۔ لیکن آج کی ہجرت میں حکومت وقت نے اِنکے زخموں پر نمک پاشی کی۔ اِنکی باز آباد کاری پر سیاسی شعبدہ بازی اور افسوں گری کی۔ اِسکے باوجود بھی پنڈتوں نے کسی بھی طرح کی بدلے کی کوئی کاروائی نہیں کی اور نہ کینہ توزی کے عنصر کو اپنی سوچ پر غالب ہونے دیا۔ انہوں نے کسی کُشت و کُشتاد کا ارتکاب نہیں کیا۔ ان لوگوں نے کسی بھی انتقامی جذبہ سے کام نہیں لیا حالانکہ انکی شرافت

اِنہوں نے اِس فرقے کو کشمیر کا حصہ مانا ہی نہیں مہاجر کشمیری پنڈتوں کی تنخواہ اور رلیف جموں و کشمیر سرکار اپنے خزانے سے نہیں دیتی ہے۔ بلکہ یہ رقم حکومتِ ہند سے وصول کرتی ہے۔ مہاجرین پر خرچ کی جانے والی معمولی رقم بھی حکومت ہند سے ہی پوری کروائی جاتی ہے۔ اِنکے کیش ریلیف مائیگرنٹ سیلری بھی مرکزی سرکار کی سیکورٹی گرانٹ کی ایک کڑی ہے۔ یہاں سرکار نے ''ہانگل کے بچاؤ کے لئے کتنے ہی اقدام اُٹھائے، مگر پنڈتوں کے ساتھ سوتیلی ماں کا جیسا سلوک کیا۔ کب تک پنڈتوں پر جور و جفا اور حق تلفی کو روا رکھا جائیگا۔ وقت ہی بتایئے گا۔

☆

تھے۔ قاتلانہ حملے میں پنڈت شو جی بٹ اور پنڈت رادھا کِشن بھٹ کے خاندان کی دو تین مستورات کے ساتھ بچ نکلے۔ مگر وہ زمانہ امن و قانون کی بالا دستی کا تھا۔ ربط و ضبط کا زمانہ تھا۔ حکومت چلانے والوں کا قول و فعل برابر تھا۔ آٹھ قاتلوں کو پھانسی پر چڑھایا گیا۔ جِس سے سارے علاقے میں حکومت کے اقتدار کا سِکہ بیٹھا اور یہ خاندان اُسی جگہ پر ڈٹ کر معمول کی زندگی بسر کرتا رہا۔ اِسکے برعکس آجکل کے حکمران قاتلوں، تخریب کاروں اور سماج دُشمن غُنڈوں کی پُشت پناہی کرتے ہیں۔ سرکاری سطح پر بھی سماج دُشمن عناصر کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ ۱۹۸۶ء میں گُلہ شاہ کے دور حکومت میں اِن غنڈوں کو ''سرویل'' کے نام سے جانا جاتا تھا۔ ۹۰-۱۹۸۹ء کے دوران فاروق عبداللہ کے دور حکومت میں سینکڑوں پنڈتوں کو دہشت گردوں نے وحشیانہ طور پر ہلاک کیا مگر کِسی ایک کو بھی پکڑا نہیں گیا۔ سزا دینے کی بات دور تھی ذرائع ابلاغ Electronic Media پر مشتاق لٹرم نے بیسیوں پنڈتوں کے قتل کرنے کا اعتراف کیا، مگر افسوس ریاستی سرکار کی عوامی حکومت کے کانوں پہ جوں تک نہ رینگی۔ یہ وہی مشتاق لٹرم ہے جس نے ۱۹۹۹-۱۲-۰۴ IC814 فلائیٹ کو کھٹمنڈو سے اغوا کرنے کے بعد قندہار لے جانے کا جُرم کیا۔ یہ اُن دو اور دہشت گردوں یعنی مسعود اظہر اور عمر شیخ کا ساتھی تھا۔

جانبدار فرقہ پرست سرکار نے کتنے ہی طریقوں سے پنڈت فرقے پر مظالم ڈالے۔ جنکو لفظوں میں بیان کرنا مشکل ہے۔ ۹۰-۱۹۸۹ء کے بعد

تو یہ ہے کہ اِس قوم کی جوان پود بنگلور، پونا، حیدروآباد میں خاص طور پر بسلسہ روزگار مقیم ہے اور عام طور پر غیر مُلکی اور مُلکی شہروں میں زمانے کی رفتار پکڑے ہوئے ہیں۔ اپنی قوم کے امورات سے الگ تھلگ اور بچھڑے ہوئے ہیں۔

اِدھر سرکاروں کی بے رُخی کی شِکار یہ قوم در در گھوم کر بکھر رہی ہے۔ وادی میں ایک قطعہ اراضی پر بسائے جانے کا مطالبہ سرکاروں نے مسترد کیا ہے اور متبادِل انتظام نہ کرنے کی وجہ سے اِن کا تابناک ماضی غیر واضح مستقبل میں بدل گیا ہے۔

کشمیری قوم بھی بے مُروت ہو کر یہ بھُول گئی ہے کہ کشمیر کی وراثت کا ایک نمایاں نشان ''کشمیری پنڈت'' اب مٹتا جا رہا ہے۔ عجائب گھر میں محفوظ رکھے جانے والے نشانوں پر کافی دھیان دِیا جاتا ہے۔ مگر پنڈتوں کو سرے سے بھول ڈالا گیا ہے۔ وجہ صاف ہے پنڈتوں کے لئے ''دیش سے بڑا کوئی نہیں'' اور ''نہ دیش سے بڑھ کر کُچھ ہے۔'' پنڈتوں نے اِسی بات کو ''مُول منتر'' جان کر ہجرت کی سزا بھگتی ہے۔ کشمیری بھائی ملک کے تصور سے بڑھ کر مِلت کے تصور کو ''مُول منتر'' مانتے ہیں اور ہر طرف سے اِن کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

پنڈت بھی اجتماعی وجود کو قائم دائم رکھنے کے لئے اِتنے حساس اور ہوشمند نظر نہیں آتے جو اِن کو اِن حالات میں ہونا چاہیے تھا۔ بقول رحمان

کشمیری پنڈت : بُجھتے چراغ

کِسی قوم کا تنزّل آہستہ آہستہ رفتار پکڑنے لگتا ہے۔ دیکھنے اور سمجھنے والوں کیلئے اِس سے ایک کسک محسوس ہوتی ہے۔ چہ جائے کہ جب اس قوم کا ماضی تابناک ہی کیوں نہ رہا ہو۔ قومی اور بین الاقوامی سطح پر اِس قوم نے اپنا لوہا منوا لیا ہو۔ کشمیری پنڈتوں کی حالت اِتنی دردناک اور ناگفتہ بہ بن رہی ہے جو حساس لوگوں کے لئے ناقابلِ برداشت ہے۔

عرصہ دراز کی ہجرت سے کشمیری پنڈت بحثیت ایک قوم کے ناپید ہونے کے دہانے پر پہنچ گئی ہے۔ انفرادی طور زندگی کی کشمکش میں لگے رہنا کسی قوم کی بقا کی ضمانت نہیں ہے۔ ایک فرقے کے طور سے اگر دیکھا جائے تو اِنکی تہذیب، تمدن، ثقافت، رسم و رواج، کھان پین، زبان پہناوا طور طریقہ، رنگ ڈھنگ، جو مِثالی بھی تھا اور منفرد بھی۔ اب نیستی کے دہانے پر پہنچا ہے۔ بالکل اُسی طرح جسطرح آگ پر پانی ڈال کر سرد کیا جاتا ہے۔ اِسی طرح اکثریتی فرقے کی لاتعلقی نے اِنکا دِل توڑ کے رکھ دِیا۔ دہشت گردی سے اِس قوم کا اُتنا نقصان نہیں ہُوا جتنا کہ کشمیر کے بدلتے ہوئے سماجی اور ثقافتی حالات نے اِس قوم کے جڑیں اُکھاڑ کے رکھ دئیں۔ یہ فرقہ اِس وقت بزرگوں، ادھیڑ عمر کے لوگوں کی وجہ سے جموں اور دہلی کے شہروں میں کچھ ٹِکا ہُوا لگتا ہے۔ جو دیرپا اِس فرقے کو پھر سے سرسبز و شاداب نہیں بنا سکتا۔ سچ

تقاریب کے منانے میں کوئی جوش و خروش دِکھائی نہیں دیتا۔ مرجھائے مرجھائے چہرے کسی جبری رسم کی انجام دہی میں نظر آتے ہیں۔ ازدواجی جھگڑوں میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اور طلاق کی شرح میں ہوش رُبا اضافہ ہوا ہے۔ ازدواجی زندگی میں پنڈتوں کی وفاداریاں مِثالی تھیں جو اب بے وفائی دھوکا دِہی، شاطری میں اپنی مِثال آپ بن گئی ہیں۔ شادِیاں اب محض دِکھاوا اور مثنوی بندھن کی علامت بن کر رہ گئی ہے۔

چھوٹا کنبہ رکھنے میں پنڈتوں نے سب فرقوں میں سبقت حاصل کر لی ہے۔ کہیں کہیں مشکل سے ایک بچہ اور کہیں وہ بھی نہیں۔ جِسکی وجہ اموات کی شرح کے مقابلے میں شرح پیدائش کا گراف بہت نیچے ہے۔

پرائیویٹ ملازمت کے سلسلے میں بچوں کا بزرگوں سے الگ ہونا بزرگوں کی بدقسمتی کی انتہا ہے۔ اب اکثر بُزرگ بڑھاپے میں اپنے بچوں کی خدمت سیوا ''دیکھ ریکھ اور نگہداشت'' سے محروم ہو گئے ہیں۔ زمانے کے تیز رفتار تھپیڑوں سے اُبھر نہیں پاتے اور دم بخود ہو گئے۔ کشمیری پنڈتوں کے بچوں کی پڑھائی اب سمٹ کے رہ گئی ہے۔ نہ کوئی اعلٰی تعلیم ریسرچ، آئی۔اے۔ایس، آئی۔پی۔ایس، آئی۔ایف۔ایس، ایف۔ آر۔سی۔ایس کی طرف راغب ہوتا اور نہ ہی پی۔ایچ۔ڈی کی طرف 10+2 سکولی تعلیم کے بعد انجینئرگ کی تربیت کا عمل ایک بھیڑچال بن گیا ہے۔ گذشتہ 24 سال کے عرصہ میں پنڈت بچے خاص امتیاز حاصل نہ کر پائے۔ گویا بہت شعبوں میں

راہی صاحب۔

زِندم روزنہٕ خاطرٕ چھِ لۆکھ مران، ژٕ تہٕ مرکھ نا

فوری ضروریات کو مدِنظر رکھنا ہی کافی نہیں ہوتا بلکہ دیرپا مقاصد کے حصول کے لئے اور کچھ قربان کرنا صحتمند قوم کی نشانی ہے۔ اجتماعی کارناموں میں پنڈتوں کا کوئی بھی قابلِ ذِکر ادارہ، یونیورسٹی، ہسپتال، ریسرچ سینٹر، اولڈ ایج ہوم، کچھ بھی دیکھنے سُننے میں نظر نہیں آتا۔ جسکا ہم فخر سے ذِکر کرتے۔ بلکہ برعکس اِسکے جو ہمارے بُزرگوں اور اسلاف نے ادارے آج سے سالہاسال پہلے قائم کئے تھے۔ کچھ عقل کے اندھوں نے اُن کو تباہی کے قریب پہنچا دیا۔ جو آپ خود انداہ لگا سکتے ہیں کہ ہم کہاں سے کہاں پہنچے ہیں اور حیاتی کے اثاثے کس طرح لُٹے جا رہے ہیں۔

پرویت برادری کی تعداد میں کافی کمی محسوس کی جا رہی ہے جسکی وجہ سے برادری کی دھارمِک ضرورِیات پوری نہیں ہوتیں۔ آج تک اِس ضمن میں کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگی۔ نتیجتاً روایتی پاٹھ، پوجا، اسنان، سندھیا، شرادھ اور باقی دھارمک سنسکار بھول کر شارٹ کٹ طریقے استعمال کرنے پر مجبور ہو گئے گویا ''دھارمِک کوڑ'' میں بھی ''شرک'' کرنے کی شروعات کی جا رہی ہے۔

سماجی سطح پر اِنٹرکاسٹ شادِیوں کی شرح میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ شادی کے مقدس بندھن کو اب خاطر خواہ اہمیت نہیں دی جا رہی ہے۔ اِن

ہمہ گیر فلاح و بہبود کو پایہ تکمیل پہچانے کی ضرورت ہے۔ اپنے بچوں کو اپنے سے دُور باہری رِیاستوں میں بھیج کر تعلیم حاصِل کرنے کا معنی مطلب ختم ہوتا جا رہا ہے۔ بچوں کو اعلیٰ تعلیم حاصِل کرنے کی اور راغب کرنا اہم ضرورت ہے۔ اِس کے ساتھ کے۔اے۔ایس، آئی۔اے۔ایس وغیرہ competitive اِمتحانات کے لئے اپنے بچوں کو تیار کر کے رِیاستی اور مُلکی سطح پر بڑے پس منظر میں ڈالنے کی ضرورت ہے۔

☆

جمود طاری ہو گیا ہے۔

اُوپر ذِکر کئے گئے حقائق کے پسِ منظر میں یہ کہنا بے جا نہیں ہو گا کہ یہ جاتی بجھنے کے قریب ہے۔ اگر پنڈتوں کے دانشمند لوگ مِل بیٹھ کر اِس پر سوچ وچار نہیں کریں گے تو وہ دِن دور نہیں ہے جب پنڈت بُجھتے چراغ کا عنوان پائیں گے۔

پنڈتوں نے کروڑوں کا سرمایہ غیر پیداواری شعبوں میں صرف کیا ہے۔ جس سرمایہ کو اب بھی پیداواری شعبوں پر خرچ کیا جا سکتا ہے۔ صرف پہل کرنے کی ضرورت ہے۔ ہجرت کے دوران بھی ایک میڈکل کالج، یونیورسٹی، انجینئرنگ کالیج قائم کیا جانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ جس کو نظر انداز کرنا برادری کے مفادات کے حق میں نہیں ہے۔

ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے خون ہی پتلا ہو گیا ہے۔ باہمی ایثار کا جذبہ گھٹ گیا ہے۔ رشتے اپنا تقدس کھو رہے ہیں۔ النفسی النفسی کا دور دورہ ہے۔ عوامی خدمت کم پرچرچا بہت زیادہ۔ سماجی اصلاح کار، مصنف، جو سماج میں انقلابی بدلاؤ لاتے کم دِکھائی دیتے ہیں۔ پریم ناتھ پردیسی، سومناتھ سادھو، میکش دھلوی جیسے دانشوار پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

وہ قوم جو اپنے اندر مثبت قومی جذبے کو پیدا نہ کرے بلکہ اپنے انفرادی فائدے کی رٹ لگائے وہ زیادہ دیر تک اپنے آپ کو محفوظ نہیں کر پاتے۔ اِس لئے اِنفرادی حد بندی سے نِکل کر ایک اِجتماعی جامعہ نظریہ اپنا کر

جانے میں کامیاب ہو گئے۔ غیر شعوری طور پر آبادی کا بڑا حصہ اِس لپیٹ میں آ گیا۔ حالانکہ دور اندیش اور پیش بین اِن حالات پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔ اور دیگر شہروں اور قصبوں میں رازدارانہ طریقے سے جائداد بشمول، فلیٹ وغیرہ خریدنے میں محو ہیں۔ جہاں ان کو اپنے قدیم رِوایات، کلچر قائم رکھنے میں امان مل سکتا ہے۔ مگر اِس سماجی رہن سہن اور تہذیب و تمدن کو کٹر پنتھی عناصر کے حوالے کیا گیا ہے۔ جو عناصر بیرونی تال میل سے دہالی اور طالبانی طرزِ زندگی پھیلانے میں لگے ہوئے ہیں اور کشمیریوں کو مذہب کی آڑ میں تباہ کُن صورت حال سے دو چار کرنے کے درپئے ہیں۔ ہندوستان کے ساتھ دوری اور منافرت بڑھانا اِس گروہ کا فوری مقصد ہے اور آزادی، خود مختاری، پاکستان کے ساتھ الحاق ان کا اگلا مقصد ہے۔ یہ اِن کی کارِستانی منفی سوچ کی ہے جو کشمیریوں کی بیخ کنی کر سکتی ہے۔ تقسیم ملک کے بعد ہندوستان اور پاکستان کے اندرونی اور بیرونی حالات کا مخلعانہ تجزیہ کرنے کے بعد خود بخود نتیجے برآمد ہوتے ہیں کہ کشمیریوں کا تحفظ اور امان ہندوستان کے ساتھ رہنے میں ہی مضمر ہے۔

نام نہاد مین سٹریم جماعتوں نے بھی وقتاً فوقتاً کشمیریوں کی دُکھتی رگ کا استحصال کرتے ہوئے اپنے مفادات حاصل کئے ہیں۔ 1989ء میں بے تحاشا کشمیری جوان کپواڑہ سے جوق در جوق سرحد پار جا کر عسکری تربیت حاصل کر کے اپنے پاؤں پر کلہاڑا مارنے کی حماقت کی۔ اُس وقت کی عوامی سرکار نے اِس کا سنجیدہ نوٹس نہیں لیا۔ حتا کہ مرکزی سرکار نے بھی اپنی فرض

کشمیری اکثریتی فرقہ کی سلامتی

القاعدہ تنظیموں کی دھمکی "کہ ہم کشمیر آ رہے ہیں" مولانا عصمت اللہ ماویا تحریک طالبان پنجاب نے حال ہی میں دھمکی دی ہے کہ افغانستان سے امریکی افواج کی واپسی کے ساتھ ہی ہمارا دوسرا میدانِ کار زار کشمیر ہو گا۔ یہ محض دھمکیاں نہیں ہیں۔ اِس سلسلے میں ابتدائی کام انجینئر احسن عزیز نے کیا جو مقبوضہ کشمیر کے میر پور ضلع سے تعلق رکھتا تھا۔ اور سال 2012ء میں پاکستانی قبایلی علاقے میں امریکی حملے میں مارا گیا۔ احسن 2005ء میں پاکستانی مغربی سرحد میں القاعدہ لیڈرشپ کے ساتھ کشمیر کے بارے میں نزدیکی تال میل قائم کر چکا تھا۔ اسی طرح الیاس کشمیری اور بدر منصور القاعدہ فیلڈ کمانڈرس جو اب امریکی حملوں میں مارے جا چکے ہیں۔ قبل ازیں کشمیر میں بھارتی افواج کے ساتھ لوہا آزمانے میں کامیاب رہے ہیں۔ اور القاعدہ کے ساتھ بھی کشمیر کے بارے نزدیکی تال میل بنائے ہوئے تھے۔ یہ سارا معاملہ کشمیر اور کشمیریوں کے ساتھ ہمدردی رکھنے والوں کے لئے باعث تشویش بات ہے۔

آخر یہ کب کیسے اور کِس نے کشمیریوں کو مصیبت میں ڈالنے کے لئے جال بچھایا۔ ہم اس مخمصے میں نہیں پڑیں گے۔ بلکہ اِس آفت سے کشمیریوں کو بچانے کی بات کریں گے۔ بہت سالوں سے کچھ اندر اور باہر کے لوگ مہم جوئی میں جُڑ گئے اور مرحلہ وار طریقے سے اِس مہم جوئی میں دھکیلے

رہے ہیں۔ اِسی راستے پر چل کر اکثریتی فرقے کے لوگ اپنے لئے اور اقلیتوں کے لئے پائدار منعظم اور بے باک قوم کی پرورش میں نمایاں رول نبھا سکتے ہیں۔ اکثریتی فرقے کی سلامتی اِس بات میں بھی ہے کہ وہ اپنے گرِد و نواح کے حالات کو صحیح سمت سمجھ لیں۔ پاکستان ایک ناکام مُلک بن چُکا ہے۔ افغانستان میں مختلف لوگ مختلف نظریات میں منقسم ہو کر ایک خونریز تصادم میں لگے ہیں اور یہ ملک خانہ جنگی کی اور بڑھ رہا ہے۔ اگر کشمیر کے ذی شعور عوام اِس بے چینی بے بسی اور تشدد کے ماحول کو نہ سمجھیں تو مستقبل اُن کو کبھی معاف نہیں کریگا۔ ہندوستان میں مُسلمانوں کی ایک بڑی تعداد عزت اور امن سے رہ رہی ہے۔ اِنہی کے ساتھ کشمیری عوام اِس مُلک کو اپنا لیں۔ حق مانگنا اور حق سے رہنا، ساتھ ہی اپنی ذِمہ دارِیاں نبھانا ہر شہری کا فرض بنتا ہے۔

اکثریتی فرِقے کی سلامتی اِس بات میں بھی مضمر ہے کہ وہ ایک قدم بڑھ کر اپنی اقلیتی برادری کو واپس لائیں۔ اور نئے جموں و کشمیر کے خواب کو شرمندہ تعبیر کریں۔ سب سے اہم بات کشمیری سِول سوسائیٹی کو دھیان میں رکھنی ہو گی کہ دُنیا بھر میں مُسلم ممالک ہم خیال (homogenous) نوعیت کے نہیں رہے بلکہ وہ بھی الگ الگ(hetrogenous) نظریات والے بن چکے ہیں ۔ مختلف فرقوں میں خونریز تصادم عام ہوتے جا رہے ہیں۔ اِن سے سبق سیکھ کر کشمیری عوام ''کشمیریت'' کا سبق یاد رکھ کر اِس راستہ پر گامزن رہیں۔

☆

شناسی میں کوتاہی برتی۔ جس کے نتیجے میں تقریباً دو دہائیوں کے عرصے میں ایک لاکھ کشمیری مارے گئے۔ اِس وقت بھی تقریباً چار ہزار دہشت گرد پاکستان اور پاکستانی مقبوضہ کشمیر میں بیٹھے ہیں۔ 241 دہشت گرد کُنبے اپنے گھروں کو لوٹنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ 2010ء میں اُنتیس، 2011ء میں چوبیس اور 2012ء میں ایک سو پچاس کُنبے واپس لوٹے۔ انہوں نے سرکاری رعایات کا استفادہ نہیں کیا۔ بلکہ نیپال اور دیگر سرحدوں کو پھاند کر لوٹے ہیں۔ جموں و کشمیر سرکار نے واپسی کی پالیسی دہشت گردوں کے لئے تشکیل دی۔ جن میں 1089 درخواست سرکار کو موصول ہوئے ہیں اور 191 درخواستوں پر سفارش کی گئی ہے اور باقی زیرِ غور ہیں۔

جو کام پاکستان 65 سالوں میں تین جنگ لڑ کر نہیں کر سکا تو اِسی مہم جوئی، خودکشی کے برابر ہے "نہ وصال صنم ہوا، نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے"۔ ابھی وقت ہے سنبھلنے کا اور اپنی ساخت بچانے کا کِسی بات کو وقار کا مسئلہ نہ بنائیں بلکہ واپس لوٹیں۔

کشمیری اکثریتی فرقے کی سلامتی کِسی بھی صورت میں ہندوستان کے بغیر قائم و دائم نہیں رہ سکتی۔ دُنیا ایک global village (گلوبل ویلج) میں سمٹ کر رہ گئی ہے۔ مختلف فرقوں کا آپس میں پیار سے رہنا امن پسند اور ترقی پسند زِندگی کی ضمانت ہے۔ کشمیر میں صوفی اور بھگتی مت کے علمبردار ریشی اور شعرا حضرات ایک ایسے فلسفے اور روایات کی نیم پہلے ہی ڈال چکے ہیں۔ جو آجکل کے دور کے بے جا نفرت اور تلخیوں سے پُورے سِول سماج کو تحفظ دے

چراغ کے سہارے لکھ پتی بن گئے تھے اب موقع کا فایدہ اُٹھا کر اپنے Fake راشن کارڈس Surrender کئے مگر پھر بھی ہزاروں کی تعداد میں یہ غیر مستحق لوگ relief Holders اِسکا فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ چونکہ اِس کا خرچہ رِیاستی خزانہ عامرہ سے نہیں نکلتا ہے۔ بلکہ سیکورٹی گرانٹس سے ہی واگذار ہوتا ہے۔ جس کا اثر براہِ راست مرکزی سرکار کے بجٹ پر پڑتا ہے۔ دسمبر 2011ء کے اعداد شمار کے مطابق کمیونٹی وائیز تفصیل یوں ہے۔

	کُل افراد	ریلیف ہولڈر کنبے
ہندو	125987	35275
مُسلم	11150	2208
سکھ	6905	1725

اِس لئے ریاستی سرکار آنکھیں موندھ کر اِس کا نوٹس نہیں لے رہے ہیں۔ ریاستی سرکار نے متعدد بار نام نہاد Apex Committees کو معرض وجود میں لایا۔ پہلے ۲۰۰۲-۰۳ء میں ایک Apex Committee بنائی گئی تاکہ مہاجرین کی بہبودی کے لئے تجاویز پیش کئے جائیں۔ مگر ہر بار ریاستی سرکار حقیر سیاسی مفادات کیلئے اِس Apex Committee کا استعمال کرتی رہی۔

۲۰۰۲-۰۳ء تک اِس Apex Committee کی کل تعداد پانچ یا چھ ممبروں تک محدود رہی۔ مگر ۲۰۰۹ء کو ریاستی سرکار نے بذریعہ حُکم نامہ Rev/MR 116 of 2009, Dt. 16-9-2009 ایک Apex Committee کی

کشمیری مہاجرین کے مالی اِمداد کا معاملہ

کشمیری مہاجرین جو ۹۰-۱۹۸۹ء میں وادی سے منصوبہ بند طریقے سے نکال باہر کئے گئے۔ اِن میں کچھ کچھ سیاسی مکتب فِکر کے لوگ اور سیاسی کارکن بھی شامل تھے۔ چونکہ کشمیری پنڈت من جملہ ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے اور سیاسی کارکن بھی بندوق برداروں کے غصے کا حدف بنے۔ آہستہ آہستہ سیاسی جماعتوں کے کارکن، لیڈر اور دہشت گردی سے شکار ہوئے اکثریتی فرقے کے لوگ Relief Holders کے زِمرے میں شامل کئے گئے۔ یہ سلسلہ برابر ایک دہائی تک جاری رہا۔ حق تو یہ ہے کہ مُسلم مہاجرین، سیاسی کارکن اور اکثر و بیشتر سیاسی رہنما واپس وادی میں اپنے گھروں کے لئے روانہ ہو گئے۔ مگر اُن سبھی کے لئے مالی اِمداد جاری رہی۔ اِدھر کچھ منتریوں نے اپنی Constituencies میں لوگوں کو ملازِمت دینے کے وعدے کئے تھے۔ اور آسان طریقے سے اُن کو ریلیف کٹگیری کے زمرے میں شامل کروایا گیا۔ اِسی طرح سے سینکڑوں ریلیف ہولڈر بنائے اور آج تلخ ریلیف لے رہے ہیں۔ یہ ایک معمہ Riddle سمجھئے کہ مالی اِمداد کو ایک اِنڈسٹری کی شکل و صورت دی گئی۔ کہ مفادِ خصوصی نے اِسقدر مالی اِمداد کا ناجائزہ فایدہ اُٹھایا کہ ہزاروں کی تعداد میں Fake راشن کارڈ بنائے گئے۔ جب Fake راشن کارڈ کا چرچا ہوا۔ تو One time Amnesty کا اعلان کیا گیا اور جو لوگ راتوں رات الادین کی

۱۷۔ انیل در ممبر

۱۸۔ جتیندر بخشی ممبر

۱۹۔ کرشن کمار کھوسا ممبر

آفیشل ممبرس:

۱۔ شری سدشو پانڈے کمشنر سکریٹری فینانس

۲۔ شری بشارت احمد دھر سکریٹری جے۔اے۔ڈی

۳۔ شری اعجاز اقبال، سکریٹری ریونیو

۴۔ شری ونود کول ریلیف کمشنر۔

مگر آج تک مہاجرین کی حالت کچھ بہتر نہ ہوسکی۔ یا یوں کہیں کہ اِن کی حالت روز بروز بگڑتی جا رہی ہے۔ لگتا ہے سرکار جان بوجھ کر اِن کا تشخص صفہ ہستی سے مٹانے کے درپئے ہے اور اِسی لئے اِس فرقے کو بچانے کے لئے کوئی ٹھوس اِقدام نہیں اُٹھائے جا رہے ہیں۔ ایک جانب کشمیری پنڈت مائیگرنٹ مالی امداد بڑھانے کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں تو دوسری جانب سرکار ان کے جائز ضروری مسائیل کی طرف دھیان دینا گوارا نہیں کرتی۔ یاد رہے کہ ۲۰۰۹ء سے مالی امداد میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا۔ ۱۹۹۰ء میں ہجرت کے بعد جن کنبوں کی کوئی آمدنی نہیں تھی یا جن کا کوئی ذریعہ معاش نہیں تھا اُن کو ۵۰۰ روپے کا مالی امداد دیا گیا۔ اُس کے بعد تین تین سال کے بعد مالی امداد میں اضافہ کیا گیا۔ ۲۰۰۶ء میں مالی امداد تین ہزار فی

تشکیل دی۔ جس میں اُنیس غیر سرکاری ممبر بنائے گئے اور پانچ سرکاری۔ جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

ا۔ رمن بلا وزیر مال، رلیف و باز آبادکاری، چیئرمین

۲۔ ناصر اسلم وانی منسٹر آف سٹیٹ مال ممبر

۳۔ وِ بقایا ممبر لجسلیٹوں کونسل ممبر

۴۔ کھیم لتا وکھلو ممبر

۵۔ اشوک بھان ایڈوکیٹ ممبر

۶۔ اشونی چرنگو ممبر

۷۔ ڈاکٹر اگنی شیکھر ممبر

۸۔ اجے چرنگو ممبر

۹۔ اے۔این ویشنوی ممبر

۱۰۔ موتی کول ممبر

۱۱۔ ہردے ناتھ جتو ممبر

۱۲۔ موتی لال کول ممبر

۱۳۔ چونی لال بٹ ممبر

۱۴۔ بھوشن لال بٹ ایکس ایم۔ایل۔سی ممبر

۱۵۔ ایچ ایل چتا ممبر

۱۶۔ پروفیسر اے۔این۔ سادھو ممبر

کشمیری پنڈتوں کی واپسی کے بارے
وزیر اعلیٰ عمر عبداللہ کا موقف

۲۱رڈسمبر ۲۰۱۲ء پریس کلب آف انڈیا کی طرف سے منعقدہ ایک تقریب پر ذرائع ابلاغ کے افراد سے گُفت و شنید کے دوران حقائق کا اعتراف کرتے ہوئے عمر عبداللہ نے کہا ''اگر محض الفاظ کشمیری پنڈتوں کی واپسی کے لئے کافی ہوتے تو ہم نے ایسے الفاظ کا اِستعمال کیا ہوتا۔ اِسکے لئے کام کرنا زیادہ ضروری ہے کیونکہ عمل الفاظ سے زیادہ موثر ہے۔ کشمیری پنڈت محض اِس وجہ سے وادی سے کُوچ کرنے پر مجبور نہیں ہوئے کہ انہوں نے کچھ سُنا۔ یہ سُنی کہی کی بات نہیں۔ اُنہوں نے مصیبتوں اور آفتوں کا مقابلہ کیا اور بے چارہ گی میں ہجرت کی۔''

غالباً یہ پہلی مرتبہ ہُوا کہ کارگذار صدرِ نیشنل کانفرنس اور چیف منسٹر مابعد ہجرت کے دوران بے باکی سے پنڈتوں پر ۹۰-۱۹۸۹ء اور اُس کے بعد مظالم کا اعتراف کیا ہے۔ عمر عبداللہ اِس امر سے باخبر ہیں کہ محض الفاظ کا مرہم کافی نہیں ہے بلکہ اِن کے زخموں کو عملی طور پر مرحم لگانا ہوگا۔

کچھ نتیجہ برآمد کرنے والے اِقدام اُٹھانے کی از حد ضرورت ہے۔ لگتا ہے کہ وزیرِ اعلیٰ دُنیا کو باور دِلانا چاہتے ہیں کہ کشمیر میں معمول کے

کنبہ سے بڑھا کر چار ہزار کیا گیا۔ پھر ۲۰۰۹ء میں چار ہزار سے بڑھا کر پانچ ہزار فی کنبہ بڑھایا گیا۔ جسکو اب ۲۰۱۳ء میں ۶۶۰۰ کیا گیا۔ جو بلکل کم ہے۔ جن مہاجر کنبوں کو سرکاری رہائش مہیا نہیں کی گئی اُن کو مکان کا کرایہ بھی اسی مالی امداد سے دینا پڑتا ہے اور اُس کے بعد حقیر رقم میں گذر بسر کرنا ناممکن بات ہے۔ اس لئے اِس مالی امداد کو Price Index کے مطابق مشخص کرنا لازمی بنتا ہے۔

☆

دیوستانوں کی ملکیتی اراضی کا جابیرانہ قبضہ روکا جاتا۔ اِس طرح سے وادی میں پنڈتوں کے تشخص کو ختم کرنے کی ایک سازش منصوبہ بند طریقے سے چلائی جا رہی ہے۔ پنڈت بحیثیت ایک مسلک کے نیستی کے دہانے پر ہیں۔ ۱۹۸۶ء سے بلعموم اور ۱۹۹۰ء سے بلخصوص سماجی مذہبی حالات بدل رہے ہیں۔ یہ بدلاؤ سُرعت سے جاری و ساری ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے معاشرہ بدل رہا ہے۔ ایسے حالات میں ہندو مسلمان الگ الگ ہونے لگے۔ اور تو اور بدلے ہوئے معاشرے میں مسلمانوں کو کٹرپنتھی بنانے کی ازحد کوشش کی جا رہی ہے۔ پنڈت نہرو کا ''کثرت میں وحدت'' کا نظریہ مِلیامیٹ ہو رہا ہے۔ شیخ عبداللہ کا لال چوک کے جلسے میں ۱۹۴۷ء ستمبر کے مہینے میں پنڈت نہرو کا استقبال کرتے ہوئے یہ کہنا ''تو من شُدی من تُوشُدم تو تن شُدی من جان شُدم۔ کس نہ گویم بعد ازیں ''من دیگرم تو دیگری'' اب محض اِتفاق کی باتیں ہیں۔

علی محمد جناح کا یقین تھا کہ مسلمانوں اور ہندوؤں میں احساسات کا تضاد ہے۔ یہ متحد نہیں رہ سکتے۔ خاص طور پر سیاسی اِتحاد کے ساتھ اُن کا براہِ راست تضاد تھا۔ کشمیر کے لوگوں نے اپنے جوانوں کو آرمز ٹریننگ کے لئے سرحد پار بھیجا اور کسی نے بھی اِسکے خلاف کوئی ردِ عمل ظاہر نہیں کیا۔ دہشت گرد، بندوق برادروں کی نقل و حمل پر بھی کوئی اعتراض جتلایا نہیں گیا۔ یہ کچھ حقائق ہیں جن سے پردہ اُٹھا ضروری ہے اِس سب کے علاوہ پنڈتوں نے کوئی پانچ سو انفرادی اور اجتماعی شہادتیں دیں۔ جن پنڈتوں کو بے دردی اور وحشیانہ

حالات بحال ہوگئے ہیں اور جو وکالت وہ AFSPA یعنی Armed Forces Special Power Act کے Withdrawal کے لئے کر رہے ہیں۔ اور اِسی سانس میں ہندوستان، پاکستان کے مابعین تناضات سُرعت کے ساتھ حل کرنے پر زور دینے کی بات کرتے ہیں۔ جس سے کہ علیحدگی پسندوں کے لئے راستہ ہموار ہو رہا ہے۔ کہیں معمول کے حالات کا باوَر دِلا کر کشمیری پنڈتوں کو قربانی کا بکرا تو نہیں بنا رہے ہیں۔

اگر عمر عبداللہ اپنے کہے ہوئے پرکار بند ہیں۔ کہ پنڈتوں کو سچ مچ وادی واپس لوٹنا ہے تو اُن کو الفاظ ''کرنی'' میں بدلنے ہونگے۔ حقیقت کچھ الگ ہی تصویر پیش کرتی ہے۔ جو روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ ۲۰۰۸ء میں وزیرِ اعظم ہند نے کشمیری پنڈتوں کیلئے چھ ہزار نوکریوں کا اعلان کیا مگر آج تک اِس اعلان کو مکمل طور پر عمل میں نہیں لایا گیا۔ جب کہ رقومات ریاستی سرکار کیلئے سیکورٹی گرانٹس سے مہیا ہوتے ہیں۔ اِس سلسلے میں ریاستی سرکار کی پوزیشن وضاحت طلب ہے۔

کیا یہ بات باعث شرم نہیں ہے کہ ''مندر پربندھک بورڈ'' کے بارے آج تک عرصہ دراز گذرنے کے باوجود بل پاس نہیں کرایا گیا۔ حق تو یہ ہے کہ نیشنل کانفرنس نے ہی اِس بل کو ریاستی قانون سازیہ میں لایا تھا۔ کِن مصلحتوں کی بنیاد پر یہ بل پاس نہیں کیا جاتا ہے نہ ہی کوئی متبادل ordinance اِجرا کیا جا رہا ہے۔ جس سے مندروں، شمشان گھاٹوں،

بھی ظاہر ہو اور ہندوستان پاکستان کے درمیان مسئلہ کشمیر حل کرنے کی بات بھی ہو۔ یہ سب کچھ ممکن نہیں ہو سکتا۔ کشمیری پنڈت صرف اور صرف ہندوستان کے مضبوط ترین اور حتمی الحاق کے پیشِ نظر ہی وادی کو واپس جانے کے بارے میں سوچ سکتے ہیں۔

☆

طریقے سے ہلاک کیا گیا۔ شاید تاریخ میں اِس کی مثالیں کم ہونگی یہ سب کچھ قلیل عرصے میں ہوا۔ نیشنل کانفرنس محض خاموش تماشائی بنی بیٹھی اور پنڈتوں کی ہجرت کو روکنے کے لئے کوئی مثبت رول ادا نہیں کیا۔ یہاں تک کہ زبانی ہمدردی بھی نہیں جتلائی۔

اِس سب کے باوجود عمر عبداللہ کا یہ مشورہ کہ پنڈت اپنی آبائی جگہوں پر واپس جائیں ایک مخلصانہ مشورہ نہیں لگتا۔ پنڈتوں کو واپس جانے سے پہلے اُن تمام خدشات کا حل ڈھونڈھنا ہو گا جن خدشات کی وجہ سے اُن کو ہزار ہا سال کی سکونت کو خیرباد کہنا پڑا۔ اِس بربریت کی شِکار قوم کو سوچنا ہو گا کہ کشمیر جانے سے پہلے آئینی گارنٹی، اقلیتی درجہ قانون سازیہ میں رزرویشن، ذریعہ معاش کی فراہمی وغیرہ وغیرہ بنیادی باتوں کا حل نکالا جائے اور اِس قوم میں اعتماد پیدا کیا جائے اور اُس کے بعد اِن کی بازآباد کاری ایک مخوص Sattelite Township میں کی جائے۔ اِسطرح سے باعزت، باوقار طور یہ وادی کو لوٹ سکتے ہیں۔

اِس وقت Surrendered Millitants کو عام امن پسند لوگوں کے ساتھ ہی بسایا گیا ہے۔ اس سے کہ عدم تشدد پر یقین رکھنے والوں کے لئے نئے مسائیل پیدا ہونے کا اِمکان ہے۔ وزیر اعلیٰ موم بتی کو دونوں سروں سے روشن کرنے کی جو سعی کاوِش کر رہے ہیں کہ بندوق برادر بھی خوش رہیں AFSPA بھی withdraw ہو اور پنڈتوں کے ساتھ کم سے کم Lip Sympathy

تب تک انکی نہ تو کوئی قدر و منزلت ہو گی اور نہ وقار۔ نہ تو یہ اپنے کلچر رسم و رواج اور آداب سنن اتحاس رسم و رواج، کرم و دھرم کو قائم رکھ سکتے ہیں۔ ساری دُنیا میں اِنکی ایک پہچان ہے اور وہ ہے ''کشمیری پنڈت''۔ اِس پہچان کو پھِر سے وطن لوٹ کر ہی قائم کیا جا سکتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بدلے ہوئے تناظر میں یہ اپنے آبائی گھروں میں نہیں لوٹ سکتے کیونکہ کشمیر کا سیاسی، سماجی اور زندگی بسر کرنے کا ماحول بالکل بدل چُکا ہے۔ اِس لئے جو لوگ اِن کو اپنی آبائی جگہوں پر واپس بھیجنے کی سوچ رہے ہیں وہ اُنکی باز آبادکاری کو سنجیدگی سے زیرِ غور نہیں لاتے۔ سوجھ بوجھ سے کام لیا جائے تو اِن کی واپسی پہلے مرحلے کے طور پر ایک جگہ مخصوص بستی ہی ہونی چاہیے۔ لیکن یہ سب کچھ خود بخود نہیں ہو سکتا۔ وہ بھی ایک مُٹھی بھر اقلیت کے لئے لازمی ہے کہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو کر ایک بے مثال جدوجہد کا منصوبہ سوچ و سمجھ کر بنائیں اور اِس پر شِدت سے کاربند رہیں اور دُنیا کو دِکھائیں کہ انہیں واپس جانے کی تلاش اور کشمیری پنڈتوں کو اِسکے لئے اپنے ماضی کو دیکھنا ہو گا اور ماضی میں ہوئی تمام خوبیوں اور برائیوں کا محاسبہ کرنا ہو گا۔ خونریزی چھوڑ کر ملی جلی رائے کو قبول کرنا ہو گا۔ جب تک نہ وہ اپنی سوچ اپروچ میں ایک دورس تبدیلی لائیں تب تک وہ دنیا کو باور نہیں کرا سکتے ہیں۔ کہ اُنکے اندرِ وطن واپسی کی چنگاری سینہ میں سُلگ رہی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اب تک ہم نے موجودہ صورت حال میں قوم کے مفقود ہونے کے خطرے کا اندازہ نہیں لگایا ہے۔ سماجی طور پر بھی ہم بڑی خامیوں کے شکار ہو گئے ہیں۔ بین جاتی شادیاں اور

کیا وطن کو لوٹنے کی تلاش پنڈتوں میں مفقود ہے؟

وطن سے بے گھر ہونے کے بعد پنڈت برادری اپنے آپ کو سنبھالنے میں لگ گئی۔ وہ اپنے گھروں میں کشمیری ماحول کی بحالی کو شدت کے ساتھ محسوس کرتے رہے۔ بہت سارے لوگ اِس غم کی گہرائی اور گیرائی سہہ نہ پائے اور بے بسی کے عالم میں جہان فانی کو الوداع کہہ گئے۔ وقت سب سے بڑا مؤثر مرہم ہے۔ دو دہائیوں کے بعد اب پنڈت برادری کِسی حد تک کئی معاملوں میں سنبھل چکی ہے۔ ذریعہ معاش کی تگ و دو گھر پریوار کی ذمہ داری کچھ حد تک نبھانے کے اہل ہو گئے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ وطن واپس لوٹنے کی خواہش کچھ باقی کم ہو چکی ہے۔ وطن عزیز لوٹنے کی تلاش اِنفرادی اور اجتماعی طور پر مفقود نظر آ رہی ہے۔ بدلتے حالات کے پیشِ نظر ان کا وطن واپسی کا مسئلہ رفتہ رفتہ اپنی اہمیت اور افایت کھو رہا ہے۔ فطرت کا تقاضا ہے کہ معمولی مسرت کے حصول کیلئے کافی دُکھ درد اُٹھانے پڑتے ہیں۔اور تو اور خُوشی حاصل کرنے کے لئے بہت کچھ ترک کرنا پڑتا ہے۔ یہ ترک مادی اور روحانی دونوں طرح کا ہو سکتا ہے۔ خوشی کی تلاش ایک رشتے کی پکڑ ہے۔ اِنسانی اعضا کی حرکت بجائے خود ایک جستجو اور تلاش ہے۔ پنڈتوں نے ایک قوم کے طور متواتر اور جامع کوشش نہیں کی۔ جس سے یہ باور ہوتا کہ یہ وطن واپس لوٹنے کے لئے بے تاب ہیں۔ جب تک یہ اپنے وطن واپس نہیں لوٹتے

مشترکہ طور پنڈت برادری نے لڑنی ہے اور ایک منصوبہ بند طریقے سے اِس پر فتح پانی ہے۔ یہاں پر انفرادی اِشتراک اور ترک بہت ہی اہم دو جُز ہیں۔ جنکو ہتھیار بنا کر واپس لوٹنے کی تلاش کا خواب ہم شرمندہ تعبیر کر سکتے ہیں۔ اس سے جی چرانا یا کارندارے کا بہانہ تراشنا بُزدلی اور دشمنی کے مترادف ہو گا۔ آؤ وطن واپس لوٹنے کا عزم کریں۔

آخر میں پنڈت برادری کی وطن واپسی کا دوسرا پہلو بھی قارئین کرام کے سامنے رکھنا ضروری ہے۔

گذشتہ اوراق میں ہم نے پنڈت برادری کی وطن واپس جانے کی خواہش اور ضرورت پر کچھ خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اور کئی لوگ اِس طرز فکر کے ساتھ اتفاق بھی کرتے ہیں۔ لیکن پنڈت برادری کی جلاء وطنی کا ایک اور بھی پہلو ہے اور انصاف کا تقاضا ہے کہ ہم اس پہلو کو بھی آپکے سامنے رکھیں۔

تاریخی حقیقت یہ ہے کہ ۱۳۳۹ء میں کشمیر میں ہندو ریاست کے تنزل اور پھر رفتہ رفتہ لوگوں کے ترک مذہب کے بعد کشمیری ہندو ایک اقلیتی فرقہ میں تبدیل ہوئے۔ تو ان پر سیاسی، اقتصادی اور معاشی طور پر قافیہ تنگ ہوتا رہا۔ پہلا وار ان کے مذہب پر ہوا۔ دوسرا وار ان کے کلچر اور سماجی مظہرات پر ہوا اور آخری بلکہ سب سے تباہ کُن وار اُنکی اقتصادیات پر ہوا۔ چنانچہ زمینداری، تجارت اور دیگر مضبوط ذرائع آمدنی پر سے ان کی دسترس کم کر دی گئی، اسلئے وہ فقط اکتساب علم کے پیشہ میں لگ کر بڑی مشکل سے اپنی معاش حاصل کرتے رہے۔ ۱۳۳۹ء سے لے کر ۱۸۴۶ء تک کل ملا کر پانچ سو سال کا عرصہ یعنی ایک طویل عرصہ اُن کیلئے بے انتہا مصائب اور آلام کا عرصہ رہا

ازدواجی زندگی کے جھگڑے چونکا دینے والی حد تک پہنچے ہیں یعنی قوم تباہی کے دھانے پر آ پہنچی ہے۔ پنڈت رحمدل خدا پرس اور عدم تشدد جیسی اچھی خصلتوں کا پُجاری تھا پر اب اِس کا دِل پتھر ہو گیا ہے خود غرض اور لالچی بن کر بے لگام گھوڑے کی طرح بھاگ رہا ہے۔ سماجی بندشوں کے ڈر سے بے ڈر ہو گیا ہے۔ اِسکا دِل اِسکا دُشمن بن گیا ہے۔ دِل کی سرکشی کا مُرتکب ہو کر یہ وطن واپس لوٹنے کی تلاش سے بے رہرو بن گیا ہے۔ کیونکہ دِل ہے تو مانتا نہیں۔ بلکہ اپنے بس میں کر لیتا ہے اور اسطرح سے سماجی طور و اطوار سے بھٹکاتا ہے۔ ایسے دِل کو قابو میں رکھنے کیلئے صاف و شفاف ایمان کی ضرورت ہے۔ جاتی پیار و محبت سے قام کی جا سکتی ہے۔ ورنہ ہم انفرادی اور اجتماعی طور مِٹ جائیں گے۔ قدروں کی پاسبانی اور اِن کی حفاظت کیلئے کشمیری پنڈت برادری کو جانا جاتا تھا۔ مگر وقت کی بے رُخی نے اِس قوم کی اُستوار قدروں کو پامال کیا ہے اور اس قوم پر ایک دھبہ سا لگ گیا ہے۔ جب تک کہ ہم وطن واپس لوٹنے کی تلاش کو زندہ اور پائندہ نہیں کرتے اور اِس جانب اپنی ذمہ داری نہیں دکھاتے تب تک کوئی بات نہیں بنے گی۔

وطن عزیز سے پیار و محبت، عزت و شفقت، دِل ہی دِل میں رکھنا کافی نہیں ہے۔ پنڈت برادری یہ بھول گئی ہے کہ وہ ایک جنگ میں مبتلا ہیں اور وہ جنگ ہے وطن عزیز کو لوٹنا۔ علیحدگی پسند قوتوں اور فرقہ پرست طاقتوں نے ایک سوچی سمجھی سازِش کے تحت اِنکو کشمیر سے باہر کیا۔ یہ وہی طاقتیں ہیں جو دوسرے مذاہب کو برداشت نہیں کرتے۔ یہ جنگ اِن منفی قوتوں کے ساتھ

بھولتے جا رہے ہیں۔ رسم و رواج سے بھی دُور ہوتے جا رہے ہیں۔ ذریعہ معاش کیلئے وہ سارے ملک کی خاک چھان رہے ہیں۔ جہاں بھی بہتر مواقع میسر ہوں وہاں جا کر نوکری کرتے ہیں۔ اسطرح کی زندگی سے نپٹ رہے ہیں کہ وہ معاشرے سے یعنی ہندی معاشرے سے الگ نہ ہو جائیں۔ اکثر بچوں اور جوانوں کی خواہش ہے کہ ہندوستان سے باہر جا کر زندگی کو بہتر بنا دیں۔ ہزاروں کی تعداد میں امریکہ، کنیڈا، آسٹریلیا اور دیگر ملکوں میں بس گئے ہیں۔ ان کے دماغ میں کشمیر کی کوئی جگہ نہیں۔ وطن وہی ہوتا ہے جہاں ذریعہ معاش ہو۔ سکون ہو اور جان کو خطرہ نہ ہو۔ ان حالات اور ان حقائق کے پیش نظر کون اِن نوجوانوں کو یہ مشورہ دیگا کہ وہ سب کچھ چھوڑ کر واپس کشمیر جائیں جہاں نہ تو جان کا تحفظ ہے نہ ذریعہ معاش کا یقین ہے نہ حکومت کی طرف سے کسی معمولی سی بھی ہمدردی اور انصاف کی اُمید ہے، اور نہ وہاں کے مقامی معاشرے سے کسی انسان دوست رویہ کی توقع ہے۔ اور اِن حالات میں کیا کوئی دانشمندی ہے کہ انکو واپس کشمیر جانے پر رضامند کیا جائے۔ یہ تصویر کا دوسرا اور اصلی رُخ ہے۔ ان کے نزدیک کشمیر تو پاکستان بن چکا ہے۔ اسلئے بجائے ان پر دباؤ ڈالنا کہ وہ واپس جا کر سیکولرازم کا علم بلند کریں۔ بہتر ہو گا کہ ان لوگوں کو وہاں بھیج دیا جائے جو سیکولرازم کے علم بردار ہیں۔ کشمیری پنڈت تو اُسی سیکولرازم کا مارا ہوا ہے جسکی آڑ میں کشمیر کا اکثریتی فرقہ طرح طرح کے فایدے اٹھا رہا ہے۔

☆

ہے۔ جسکی دیرپا چھاپ ان کے ذہن پر مرتسم ہے۔ یہی اِنکی نفسیات کی تشکیل میں اہم رکن رہا ہے۔

پنڈتوں نے صرف ایک سو سال یعنی ڈوگرہ حکومت کا دور دیکھا ہے۔ جس میں انھیں کچھ راحت ملی اور طویل ظلم اور ستم کے بعد کچھ چین کی سانس لی۔ ۱۹۴۷ء میں آزادی ملی پر کشمیری پنڈت پھر غلامی کی زنجیروں میں جھکڑا گیا۔ اب کی بار وہ جمہوریت کے مبینہ رحمدل اصول یعنی اکثریتی راج کا شکار بنا۔ بہ الفاظ دیگر اب اکثریتی فرقہ نے اس پر جبر اور استبداد، زور اور ظلم کو ایک قانونی جواز بخشا۔ جواز یہ تھا کہ اکثریت کی یہ رائے ہے اسلئے اسکو ہی بالادستی رہے گی۔ اکثریت کی رائے ہمیشہ اور ہر حالت میں اقلیت کے مفاد اور اُمیدوں کی ترجمانی نہیں کرتی۔ اسی لئے اقلیتوں کے تحفظ کیلئے مخصوص قوانین اور ظوابط تراشے جاتے ہیں۔ جیسے دفعہ ۳۷۰ کشمیری اقلیتی فرقہ کیلئے نہ تو ہندوستانی اور نہ ریاستی آئین میں کوئی اور مد ہے جو اقلیتی فرقہ کے مفادات کو محفوظ کر سکے۔ اتنا ہی نہیں لفظ اقلیت ریاستی آئین میں کہیں بھی استعمال نہیں ہوا ہے اور نہ کسی فرقے کو اقلیتی عنوان سے درج کیا گیا ہے۔ اسلئے پنڈت برادری کیلئے پہلا مسئلہ یہی ہے کہ ان کا اقلیتی درجہ قبول کیا جائے اور اِس حوالے سے ان کو جو مراعات ملنی چاہیے وہ ملنے چاہیں۔

اب پنڈتوں کو ترک وطن کیئے تربیں سال ہوئے ہیں۔ وہ ملک کے مختلف شہروں میں پناہ لے کر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان کے بچوں نے جلاوطنی میں بچپن گذارا اور تعلیم و تربیت حاصل کی۔ اپنے آبائی وطن کا انھیں علم نہیں اور نہ لگاؤ ہے۔ مادری زبان بھی حالات کی مجبوری کے اثر میں

جھٹکے میں ہوئی۔ اِن مہاجروں کا بیشتر حصہ جموں میں رُک گیا، جبکہ کچھ اُدھمپور، تلواڑا، رِیاسی، کھٹوعہ اور دِلی میں دربدر سر چھُپاتے رہے۔ مہاجر برادری کے افراد نے تنخواہوں اور ریلیف کے لئے جدوجہد شروع کی۔ ملازم پیشہ لوگوں کی تعداد لگ بھگ (۱۲۵۰۰) بارہ ہزار پانچ سو تھی۔ جدو جہد کے بعد مائیگرنٹ سیلری اور پرائیوٹ ملازمین، کاشتکاروں، دُوکانداروں اور ایسے دیگر مہاجرین کے لئے جسکی آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ تھا، احکامات صادر کیئے گئے۔ اِس جدوجہد میں قریب قریب ایک سال گُزر گیا۔ اِسکے بعد مہاجرین ہوش سنبھالنے لگے۔ جوان لوگوں کی نسل اپنے مستقبل کے لئے زیادہ پریشان تھی۔ اِسکے ساتھ ہی اِن جوانوں نے مُشترکہ طور ایک نئی تنظیم معرضِ وجود میں لائی جس کا نام ''پنُن کشمیر'' رکھا گیا۔ ۱۹۹۲ء میں ''مارگ درشن'' نام سے ایک تاریخی قرار داد پاس کی گئی اور کشمیری پنڈتوں کے لئے مستقبل کے لئے ایک لائحہ عمل بنایا گیا۔ اِس تنظیم کو زبردست عوامی حمایت حاصل ہوئی اور مہاجرین کو تشفی ملی کہ اِس تنظیم سے مستقبل قریب میں اِن کا بھلا ہو گا۔ اس تنظیم کا لُبِ لباب کشمیری پنڈتوں کے لئے وادی میں ایک حصہ اراضی مشخص کروانا تھا جہاں یہ لوگ امن اور سکون سے زندگی بسر کر سکیں۔ کیونکہ ماضی میں بھی اِنکے آباو اجداد کو بار ہا وادی سے ہجرت کرنا پڑی تھی۔ چونکہ یہ امن پسند قوم الگ رسم و رواج اور ثقافت کی ورثہ دار ہے۔ اور اہنسا پرمو دھرما کے ماننے والے ہیں۔ خون بہانا اِنکی فطرت میں قطعاً نہیں ہے۔ اِسلئے اِن سب مسئلوں کا مداوا انکو ''پنُن کشمیر'' وطن میں دکھائی دینے لگا۔ اِس سلسلے میں اِس تنظیم نے ایک بڑا

پنڈتوں میں اجتماعی اتحاد کا فقدان!

۱۹۸۹ء کے آواخر میں وادی میں دہشت گردی میں یک لخت اضافہ ہونے اور اُسکے ساتھ انتظامیہ اور سیاسی ڈھانچے کے لڑکھڑانے کی داستان طوئیل ہے۔ اِسکا اثر پنڈت فرقہ پر بے انتہا ناگوار اور نامساعد ثابت ہوا۔ دہشت گردی کی جتنی بھی کاروائی عمل میں لائی گئی، اس سے اقلیتی فرقے کیلئے ایک ایک لمحہ قیامت سے کم نہیں تھا۔ موت اپنے آہنی پنجے پھیلا چکی تھی۔ جان اور مال کو زبردست خطرہ لاحق تھا اور اسکے ساتھ تنگ و ناموس بھی داؤ پر لگے تھے۔ چنانچہ تشدد نواز عناصر اور ذرائع ابلاغ نے کھُلم کھُلا اس اقلیتی فرقے سے کہا کہ وہ کشمیر چھوڑ کر چلے جائیں اور نہایت بداخلاقی اور بدتمیزی کا ثبوت دیتے ہوئے کہا کہ وہ مستورات کو یہاں پر ہی چھوڑ دیں۔ کسی بھی شخص یا لیڈر یا تنظیم نے اِس غیر انسانی رویہ پر احتجاج نہیں کیا اور اسطرح پنڈتوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ صدیوں پرانے وطن کو ہمیشہ کیلئے چھوڑ کر جلائے وطنی کی زندگی کا آغاز کریں۔

۹۰-۱۹۸۹ء میں پنڈتوں کی نسل کشی کے آغاز کے ساتھ ہی اجتماعی ہجرت شروع ہوئی۔ پلک جھپکے (۵۰۰۰۰۰) پانچ لاکھ کشمیری پنڈت اور دیگر ہندو برداری کشمیر چھوڑ کر دوسری جگہوں پر پناہ لینے کے مجبور کئے گئے۔ جدید ہتھیاروں اور عسکری تربیت سے لیس دہشت گردوں کے حملوں کا سہتے بے سرو سامان اور امن پسند لوگ کیا مقابلہ کر سکتے تھے۔ یہ ساری کاروائی ایک ہی

لئے مالی امداد کے علاوہ نوکریوں میں ترجیح دی گئی ہے۔ جہاں تک پنڈتوں کے گوناگون مسائل کا تعلق ہے حکومت محض رائے عامہ کو گمراہ کرنے کے لئے زبانی جمع خرچی میں پنڈتوں کی وطن واپسی اور باز آبادکاری کی بات کرتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ حکومت نے وادی سے اِن کی جڑوں کو نست و نابود کیا ہے۔ اِنکے گھر گئے، باغ باغیچے رقبہ کاشکاری کار خانے دوکان منقولہ غیر منقولہ جائیداد سب پر ہاتھ صاف کیا گیا۔ وادی سے دُور رکھنے کیلئے جموں میں جگتی، پُرکھو، بھوٹانگر، نگروٹہ وغیرہ میں دو کمروں والی رہائش اور مہاجر بستی بنانے کا کیا مطلب تھا۔ اِس طرح کی متعدد کا عارضی بستیوں کا مقصد ہی تھا کہ انکو واپس جانے سے روکا جائے۔ جب ۲۵ سال گذرنے کے بعد بھی اِنکو اپنے وطن واپس نہیں لیا جائے گا تو اِنکی زندگی کے رسوم و رواج کہاں رہے۔ ہانگل کی طرح ہی اِس برداری کو Preserve کرنے کا موقعہ آیا ہے۔

مگر اِس سب کے لئے صرف سرکار ذمہ دار نہیں۔ پنڈت برداری 100% سو فی صدی خواندہ اور فہمیدہ ہے لیکن سماجی طور اِتحاد قائم کرنے میں ناکام رہی ہے۔ جسکے نتیجہ میں انہیں اور انکی آنے والی نسلوں کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا ہو گا۔ چنانچہ ایسا لگتا ہے کہ اگلے بیس بائیس برسوں میں یہ برادری سمٹ کر صرف ہزاروں تک محدود رہے گی۔ مابین ازدواجی صورت حال کی بنا پر اُنکا کلچر رسم رواج جو اپنی طرز میں منفرد ہیں اُسکو بحال رکھنا مشکل سا لگتا ہے۔

☆

مسودہ اِس حوالے سے اجرا کیا اور کشمیری پنڈت اِس تنظیم کے ساتھ جُڑے ہوئے ہیں۔

لیکن سیاسی تحریک چلانے اور سیاست کا تجرُبہ کم ہونے کی وجہ سے اِس تنظیم کی قیادت بے اتفاقی کا شکار ہو کر تین حصوں میں بٹ گئی۔ چنانچہ مارگ درشن کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔ اپنی ساکھ بچانے کے لئے اِدھر اُدھر کے بیانات اور بند کمروں میں جلسوں کے بغیر ہوم لینڈ کا نعرہ دھرے کا دھرا ہی رہ گیا۔ اب ۲۵ سال گزرنے کے بعد بھی انکی واپسی اور آبادکاری کا مسئلہ حل نہیں ہوا ہے۔ پرائم منسٹر ایمپلامنٹ پیکیج کا ۲۰۰۸ء میں اعلان کیا گیا۔ ۲ سال کے بعد چوداہ سو ملازم گوناگون شرایط، بشمول اِقرار نامہ دائیر کرنے کے بعد بھرتی کیا گیا اور وہ بھی ادنیٰ اسامیوں پر۔

(۴۶۰۰) اسامیاں خالی پڑی ہیں۔ مندروں اور دیو استھانوں کی نگہداشت کے لئے بل اسمبلی میں منظور نہیں کیا گیا اور نہ ہی اِنکے تحفظ کے لئے کوئی حکم نامہ اِجرا کیا گیا۔ اِس وقت ناجائز دراندازی کا یہ حال ہے کہ ریاستی سرکار سمیت زمین خوروں نے اِن پر غیر قانونی اور غیر اخلاقی قبضہ جما رکھا ہے۔ حالانکہ اوقاف ٹرسٹ اور گردوار پربندھک کمیٹی طرز پر پنڈتوں کے اِن مذہبی مقامات کا تحفظ کیا جا سکتا تھا۔ تاجر، دوکاندار، صنعت کار، تعلیم یافتہ بے روزگار معاش کے لئے ترس رہے ہیں۔ اِسطرح بے روزگار سال خوردہ جوان باز آبادکاری کے لئے پریشان ہیں۔ حالانکہ سرحد پار تربیت یافتہ تسلیم شُدہ دہشت گردوں کی باز آبادکاری کے لئے ہمہ گیر اقدام کئے گئے۔ اُنکے

5	نیلہ کنٹھ گنجو (سابقہ سیشن جج)	کرن نگر	4-11-1989
6	آر۔پی۔این سنگھ (مرکزی ملازم)	اننت ناگ	
7	شریمتی شیلا تکو	سری نگر	1-11-1989
8	پریم ناتھ بھٹ (ایڈووکیٹ)	اننت ناگ	27-12-1989
9	کرشن گوپال چوہان (مرکزی ملازم)	بیروہ بڈگام	1-2-1990
10	رمیش کمار ٹھسُو	ترہگام کپواڑہ	1-2-1990
11	ایم۔ایل۔بھان	کھونموہ، سرینگر	15-1-1990
12	اجے کپور	مہارج گنج سرینگر	10-12-1990
13	ایس۔کے۔تکو	کرفلی محلہ سرینگر	2-2-1990
14	تیج کرشن رازدان	حبہ کدل سرینگر	12-2-1990
15	نوئین سپرُو	حبہ کدل سرینگر	27-2-1990
16	لسہ کول (سٹیشن ڈائیریکٹر دوردرشن)	بمنہ سرینگر	13-2-1990
17	پی۔ایل۔فوتیدار	بجبہاڑہ اننت ناگ	28-2-1990
18	پی۔این۔ہنڈوُ	بال گارڈن سرینگر	1-3-1990
19	انیل بھان	کنہ کدل سرینگر	17-2-1990
20	موتی سنگھ	کٹھوعہ	27-2-1990
21	کاشی ناتھ	کاٹھی دروازہ سرینگر	6-3-1990
22	تارا چند امباردار	زینہ دار محلہ سرینگر	23-3-1990
23	ٹی۔کے رازدان	لڑچاڈورہ بڈگام	3-1990
24	سوم ناتھ تکو	گاندربل سرینگر	3-1990
25	مسٹر پال	امیرا کدل سرینگر	3-1990

حصہ سیوم

شہیدوں کے نام

معصوم، نہتے، بے گُناہ کشمیری پنڈتوں کو وادی میں جگہ جگہ بندوق برداروں اور دہشت گردوں کی بربریت کا شکار ہونا پڑا۔ ان میں بچے، بوڑھے، جوان سبھی شامل ہیں۔ قتل اور بربریت کی تاریخ میں اب تک کوئی مثال نہیں۔ اِجتماعی طور پر بھی پنڈتوں کو اِس بربریت کا شکار ہونا پڑا۔ شائد اُن کا قصور یہ تھا کہ وہ کشمیری پنڈت اور ہندوستان نواز تھے۔ اُن کی فہرست حسبِ ذیل درج ہے اور اُن میں سے معلوم شُدہ ناموں کو درج ذیل فہرست میں شامل کیا جاتا ہے۔ تاہم کُچھ نام جو ہم تک نہیں پہنچے شامل نہ ہوں۔

سیریل نمبر	نام	پتہ	تاریخ
1	اوتار کرشن گنجو	ستھو بربرشاہ	3-4-1987
2	پون کُمار	زیندار محلہ، دوکاندار	3-4-1987
3	سوامی کاشی ناتھ	ویژارناگ پُجاری	9-12-1988
4	ٹِکہ لال ٹپلو (ایڈووکیٹ)	چینکرال محلہ	13-9-1989

47	بنسی لال	چھترگل	28-4-1990
48	دوراِکا ناتھ	اننت ناگ	30-4-1990
49	نریندر ناتھ	رعناواری سرینگر	24-4-1990
50	بھارت بھوشن کول	اوم پورہ بڈگام	28-4-1990
51	دلیپ کمار	نوہٹہ سرینگر	30-4-1990
52	برج لال شاہ	سادھوگنگا کپواڑہ	27-4-1990
53	پریم ناتھ کول	کئیل پُلوامہ	5-4-1990
54	دلیپ سنگھ	شوپیان پُلوامہ	30-4-1990
55	شریمتی سرلا بھٹ	قاضی محلّہ اننت ناگ	25-4-1990
56	مکھن لال	کنہِ کدل سرینگر	21-4-1990
57	سنیل کوترو	رعناواری سرینگر	22-4-1990
58	نرنجن ناتھ	اکین گام اننت ناگ	24-4-1990
59	کاشی ناتھ بڈگام	بڈگام	25-4-1990
60	سرُوپ سمپتھ	زگورہ	25-4-1990
61	سُریندر کھار	مٹن اننت ناگ	25-4-1990
62	بنسی لال سپرُو	گُلاب باغ سرینگر	25-4-1990
63	ڈاکٹر راجناتھ	نیوکھندہ سرینگر	26-4-1990
64	نامعلوم کشمیری پنڈت	کھریو پُلوامہ	26-4-1990
65	بھوشن لال	بڈگام	26-4-1990
66	ایم۔ایل پنڈتا	کپواڑہ	30-4-1990
67	ہیرالال کھر	کاکہ محلّہ سرینگر	30-4-1990

26	رتن لال	لولاب کپواڑہ	3-1990
27	بی۔کے گنجو (ٹیلی کام انجینئر)	چوٹہ بازار سرینگر	23-3-1990
28	شریمتی دیوی	آلوچہ باغ سرینگر	3-1990
29	اے۔کے رینہ	سرینگر	19-3-1990
30	جوگیندر سنگھ		3-3-1990
31	دھنیش لال	کرن نگر سرینگر	19-3-1990
32	رمیش ساہنی	زینہ دار محلّہ سرینگر	27-3-1990
33	پُنیت ساہنی	زینہ دار محلّہ سرینگر	27-3-1990
34	بی۔این کول	بجبہاڑہ اننت ناگ	22-3-1990
35	امریک سنگھ	امیرا کدل سرینگر	3-1990
36	جگرناتھ	یورکھُش پورہ اننت ناگ	3-3-1990
37	اے۔کے بزاز	صفا کدل سرینگر	26-3-1990
38	بی۔ایل مِصری	پیرباغ سرینگر	23-3-1990
39	رمیش کُمار پیر	ویڑار ناگ سرینگر	6-4-1990
40	اشوک کمار	وڈی پورہ	26-3-1990
41	رادھا کرشن	کرن نگر سرینگر	5-4-1990
42	ایچ۔ایل کھیرا (جنرل منیجر HMT)	چندی گڈھ	10-4-1990
43	اشوک کُمار قاضی	ٹنکی پوری سرینگر	24-2-1990
44	جوگیندر ملہوترہ	صفا کدل سرینگر	22-4-1990
45	اوم پرکاش	شوپیان پُلوام	19-3-1990
46	کے۔کے کول	سرینگر	5-4-1990

89	نامعلوم کشمیری پنڈت لڑکا دریائے جہلم سے لاش برآمد		10-5-1990
90	سریندر کُمار	تولہ مولہ گاندربل	10-5-1990
91	موہن لال	اننت ناگ	13-5-1990
92	اوتار کرشن	بڈگام	13-5-1990
93	چمن لال	بڈگام	13-5-1990
94	دیا کرشن ڈلو	سرینگر	12-5-1990
95	ویر جی	بڈگام	13-5-1990
96	بھوشن لال	سرینگر	13-5-1990
97	نامعلوم کشمیری ہندو	سرینگر	13-5-1990
98	ایس گڈو سنگھ	سرینگر	15-5-1990
99	اے۔کے وزیر	سرینگر	15-5-1990
100	سرؤپ ناتھ	بیرؤ بڈگام	3-5-1990
101	وِنود کُمار	نئی پورہ	3-5-1990
102	دیا کرشن	ستھو سرینگر	3-5-1990
103	ایم۔ایل پنڈتا	ٹِکر کپواڑہ	27-4-1990
104	امرناتھ باغاتی	سرینگر	11-5-1990
105	اوتار کرشن	بڈگام	14-5-1990
106	شام لال شرما	ونہ پوہ اننت ناگ	17-5-1990
107	بلراج سوری	سرینگر	17-5-1990
108	سُریش کُمار کیسو	پُرش یار سرینگر	17-5-1990

68	مکھن لال وانگنو	سرینگر	30-4-1990
69	نامعلوم کشمیری پنڈت	کپواڑہ	1-5-1990
70	سروانند کول پریمی	سوف انت ناگ	1-5-1990
71	وریندر کُمار	سوف انت ناگ	1-5-1990
72	مکھن لال تھپلوٗ	انت ناگ	2-5-1990
73	اوتار کرشن	بڈگام	2-5-1990
74	چونی لال شالا	کپواڑہ	2-5-1990
75	ونود کُمار	نوہٹہ سرینگر	6-5-1990
76	وریندر کُمار چتا	بارہمولہ	3-5-1990
77	سُریندر دھر	حبہ کدل سرینگر	5-5-1990
78	پروفیسر کُندن لال گنجو	سوپور	7-5-1990
79	پرانا گنجو	سوپور	7-5-1990
80	ڈالی	کرن نگر سرینگر	7-5-1990
81	پردِمن کرشن بھٹ	لولاب سوگام	28-4-1990
82	دیوکانت رائی	سرینگر	8-5-1990
83	بہاری لابروٗ	انت ناگ	9-5-1990
84	اِندرجیت	چاڈورہ بڈگام	10-5-1990
85	گُلشن لال	پُلوامہ	10-5-1990
86	موتی لال	پُلوامہ	10-5-1990
87	رتن لال	وی کھلر	10-5-1990
88	نامعلوم کشمیری پنڈت	پُلوامہ	10-5-1990

130	پنڈت غیر شناخت شُدہ لاش	نواکدل سرینگر	29-5-1990
131	چمن لال تکو	گاندربل سرینگر	31-5-1990
132	کرشن لال واگرا	بڈگام	31-5-1990
133	جواہر لعل وانچو	رعناواری سرینگر	30-5-1990
134	کشمیری پنڈتانی اغواہ کر کے مار ڈالا گیا سرینگر		30-5-1990
135	رمیش کمار آف جموں	اننت ناگ	1-6-1990
136	ہندو پولیس کانسٹیبل (اغواہ کر کے قتل) کیا گیا	اننت ناگ	3-6-1990
137	شِبن کِشن کلو	باغ مہتاب سرینگر	3-6-1990
138	بدری ناتھ	گوسانی گنڈ اننت ناگ	2-6-1990
139	دامودر رینہ	کولگام اننت ناگ	2-6-1990
140	اِشور داس (جموں)	کھنہ بل اننت ناگ	11-6-1990
141	بہادر سنگھ (جموں)	کھنہ بل اننت ناگ	11-6-1990
142	تریلوکی ناتھ	مہاراج گنج سرینگر	12-6-1990
143	کنیا لال (شولی پورہ) کو سرعام جوالا شولی پورہ بڈگام پورہ روڈ، بڈگام سڑک پر پھانسی دی گئی		3-5-1990
144	کشمیری پنڈت کی بارہ مولہ میں لاش ملی		12-6-1990
145	کشمیری پنڈت کی لاش دریاے جہلم سرینگر سرینگر سے برآمد کی گئی		12-6-1990

109	چونی لال	حبہ کدل سرینگر	17-5-1990
110	گولی سے چھلنی لاش کشمیری پنڈت	اولڈ آئیر پورٹ سرینگر	18-5-1990
111	من موہن شرما	بارہمولہ	18-5-1990
112	پران ناتھ بھٹ	اننت ناگ	21-5-1990
113	دلیپ جی	اننت ناگ	21-5-1990
114	گُلر شرما	اننت ناگ	16-5-1990
115	پرتھوی ناتھ حکیم	نوگام سرینگر	21-5-1990
116	ایم۔ایل رینہ	اننت ناگ	20 5-1990
117	موتی لال رینہ	رعناواری سرینگر	20-5-1990
118	جلی لاش (کشمیری پنڈت)	سرینگر	24-5-1990
119	نامعلوم پنڈت (ٹیلی کام ملازم)	بڈگام	24-5-1990
120	شمبھو ناتھ	اننت ناگ	22-5-1990
121	نامعلوم پنڈت	کاوڈار سرینگر	26-5-1990
122	نرنجن ناتھ	اننت ناگ	26-5-1990
123	کاکا سنگھ	جموں	13-5-1990
124	ہربنس سنگھ	جموں	28-5-1990
125	پنڈت غیر شناخت شُدہ لاش	سرینگر	28-5-1990
126	پنڈت غیر شناخت شُدہ لاش	سرینگر	28-5-1990
127	پنڈت غیر شناخت شُدہ لاش	سرینگر	28-5-1990
128	رمیش کُمار رینہ	سرینگر	28-5-1990
129	پنڈت غیر شناخت شُدہ لاش	سرینگر	28-5-1990

163	کشمیری پنڈت کا قتل	بڈگام	18-6-1990
164	کشمیری پنڈت کا قتل	کپواڑہ	18-6-1990
165	مہاراج کرشن	کپواڑہ	30-6-1990
166	جگرناتھ	بمنہ سرینگر	31-5-1990
167	اوتار کرشن	باغ مہتاب	31-5-1990
168	شِمن کرشن کول	بارہمولہ	4-6-1990
169	آفتاب رام	رعناواری سرینگر	4-6-1990
170	گوکل ناتھ	باغ مہتاب سرینگر	4-6-1990
171	راج کُمار جیلخانی	زیرو برج سرینگر	7-6-1990
172	شام لال	لال منڈی سرینگر	7-6-1990
173	راجیش کُمار	رِہاڑی کالونی جموں	8-6-1990
174	اَجب سنگھ پونچھ (سرکاری ملازم)	پونچھ	8-6-1990
175	تریلوکی ناتھ	بانڈی پورہ	11-6-1990
176	امکار ناتھ رینہ	دیوی آنگن سرینگر	11-6-1990
177	پُشکر ناتھ	دھنوچی مُلازم	11-6-1990
178	اِندر کُمار	نٹی پورہ سرینگر	11-6-1990
179	کنیا لال	مہاراج گنج سرینگر	11-6-1990
180	ایک ہندو کا قتل	پُلوامہ	11-6-1990
181	رادھا کرشن پٹواری	تورو اننت ناگ	6-6-1990
182	رمیش کمار رینہ	تورو اننت ناگ	7-6-1990
183	رگناتھ	پُلوامہ	14-6-1990

146	کشمیری پنڈت کی لاش دریائے جہلم سرینگر سرینگر سے برآمد کی گئی	12-6-1990
147	کشمیری پنڈت کی لاش دریائے جہلم سرینگر سرینگر سے برآمد کی گئی	12-6-1990
148	کشمیری پنڈت کی لاش دریائے جہلم سرینگر سرینگر سے برآمد کی گئی	12-6-1990
149	کشمیری پنڈت کی لاش دریائے جہلم سرینگر سرینگر سے برآمد کی گئی	12-6-1990
150	چمن لال کاؤسہ	
151	اے۔کے صفایا حبہ کدل سرینگر	15-6-1990
152	دیا رام کول چترگام شوپیان	15-6-1990
153	اشوک کُمار سوپور	15-6-1990
154	پی۔این ہنڈو سرینگر	1-4-1990
155	کشمیری پنڈت کی لاش کولگام میں ملی اننت ناگ	15-6-1990
156	کشمیری پنڈت کی لاش کولگام میں ملی اننت ناگ	15-6-1990
157	کشمیری پنڈت کی لاش کولگام میں ملی اننت ناگ	15-6-1990
158	جواہر لال گنجو بانہ محلّہ	18-6-1990
159	شریمتی دُرگا کول بانہ محلّہ	18-6-1990
160	بدری کول بانہ محلّہ	18-6-1990
161	پرانا گنجو بانہ محلّہ	18-6-1990
162	راجنیدر کُمار تکو شوپیان پلوامہ	18-6-1990

200	ایک ہندو جوڑا چک حاجن اننت اننت ناگ ناگ سے وحشیانہ قتل کے بعد ایک چلتی گاڑی کے ساتھ باندھے گئے		26-6-1990
201	جیا لال کاو	ہندواڑہ	18-5-1990
202	جیا لال کاوٗ کا چھوٹا بیٹا	ہندواڑہ	18-5-1990
203	ایک ہندو کا قتل	بڈگام	26-6-1990
204	شِبن لال کول	بونہ گام ٹنگمرگ	11-7-1990
205	یوگیش کُمار	رام باغ	26-6-1990
206	بِبلی درسُو	پُلوامہ طالبہ	1-7-1990
207	روپاوتی مادرِ ببلی	پُلوامہ	1-7-1990
208	تیجا دھر	عالی کدل سرینگر	1-7-1990
209	راج ناتھ دھر	عالی کدل سرینگر	1-7-1990
210	مِسز گرجا دھر	عالی کدل سرینگر	1-7-1990
211	دینا ناتھ	عالی کدل سرینگر	1-7-1990
212	بدری ناتھ واتل	رعنا واری سرینگر	26-6-1990
213	چمن لال کول	رعنا واری سرینگر	24-6-1990
214	رتن لال حالی	رعناواری سرینگر	24-6-1990
215	سومناتھ	چھتہ بل سرینگر	24-6-1990
216	رام چند	بہامہ گاندربل	26-6-1990
217	اِندر کُمار	وٹی پورہ	11-7-1990
218	سمسار چند	بارہمولہ	11-7-1990

184 سرؤپ ناتھ	پلوامہ	16-6-1990
185 دلیش راج	ہری سنگھ ہائی سٹریٹ	16-6-1990
186 گوپی چند	کپواڑہ	17-6-1990
187 غیر شناخت شدہ ہندو لاش	نوگام سرینگر	22-6-1990
188 بال کرشن تتو	حبہ کدل سرینگر	22-6-1990
189 غیر شناخت شدہ پنڈت لاش	شوپیان	22-6-1990
190 بال کرشن	سرینگر	22-6-1990
191 غیر شناخت شدہ پنڈت لاش	شوپیان	22-6-1990
192 بال کرشن	سرینگر	22-6-1990
193 غیر شناخت شدہ پنڈت لاش جہلم سرینگر سے برآمد		22-6-1990
194 غیر شناخت شدہ پنڈت لاش برآمد سرینگر مانسبل		22-6-1990
195 اشونی کمار	سرینگر	23-6-1990
196 ٹی۔این رینہ (جوائنٹ ڈائریکٹر سری نگر سیریکلچر)		26-6-1990
197 اشوک کمار	خانقاہ سوختہ سرینگر	23-6-1990
198 ستیش کمار	گاندربل	26-6-1990
199 برج لال رینہ	ڈمی، ڈُلا اننت ناگ	26-6-1990

240 اِندر کرشن	مہجور نگر سرینگر	10-7-1990
241 کُلدیپ چند	نٹی پورہ سرینگر	10-7-1990
242 ننا جی	بٹہ مالو سرینگر	11-7-1990
243 نانک چند	بٹہ مالو سرینگر	11-7-1990
244 شنکر ناتھ	شوپیان سوپوری	11-7-1990
245 رگھناتھ	ترال پلوامہ	12-7-1990
246 کمیشر لال	اننت ناگ	12-7-1990
247 سلطان سنگھ	خواجہ باگ سرینگر	14-7-1990
248 جیون لال	رعناواری سرینگر	15-7-1990
249 رادھا کرشن کول	اشہ مُجی اننت ناگ	16-7-1990
250 شِبن لال کول	اشہ مجی اننت ناگ	16-7-1990
251 اِندر کُمار	نٹی پورہ سرینگر	11-7-1990
252 آنند نارائین	اننت ناگ	17-7-1990
253 شریمتی ساہنی	اننت ناگ	18-7-1990
254 دُرلب سنگھ	قاضی گنڈ اننت ناگ	18-7-1990
255 چاند رام کھر	دیجن اننت ناگ	18-7-1990
256 ہنس راج سوری	نایدیار سرینگر	20-7-1990
257 ایس۔ایس ابرول	کوکرناگ اننت ناگ	20-7-1990
258 روپ راج	بڈگام	22-7-1990
259 جانکی ناتھ	سمبل	26-7-1990
260 ناتھ جی	اننت ناگ	26-7-1990

219 شمبھو ناتھ	نامعلوم	30-6-1990
220 پروفیسر این۔کے کول	خانقاہ سوختہ سرینگر	30-7-1990
221 شری در جو	خانقاہ سوختہ سرینگر	30-7-1990
222 تریلوکی ناتھ	بارہمولہ	1-7-1990
223 پردِمن کرشن	کوکرناگ اننت ناگ	2-7-1990
224 شریمتی ارن دتی	بٹہ یار سرینگر	2-7-1990
225 موہن لال	ہارون سرینگر	3-7-1990
226 ارجن ناتھ	شوپیان	3-7-1990
227 مکھن لال	سرینگر	3-7-1990
228 سورج پرکاش	سرینگر	3-7-1990
229 دھرم داس	سرینگر	3-7-1990
230 ہری کرشن	اُوڑی	6-7-1990
231 جواہر لال	ہارون سرینگر	6-7-1990
232 ستیش کمار	بارہمولہ	6-7-1990
233 دینا ناتھ مجو	راولپورہ سرینگر	7-7-1990
234 گوپی ناتھ	کنگن گاندربل	8-7-1990
235 اوتار کرشن	ہاول سرینگر	8-7-1990
236 سورج پرکاش	رعناواری سرینگر	9-7-1990
237 گوری شنکر	بارہمولہ	9-7-1990
238 شبن کول	ٹنگمرگ	9-7-1990
239 پی۔کے کوترو	سرینگر	9-7-1990

278 کنیا لال دُودا اسٹنٹ چیف انجینئر ڈوڈہ 14-8-1993
بیکنز کو بس سے اُتار کر اکیس ہندوؤں
کے سمیت موت کے گھاٹ اُتارا
گیا۔ بس میں بتیس مسافر سفر کر
رہے تھے۔

☆

کشمیری پنڈتوں کے اجتماعی قتل بمقام سنگرامپورہ بیروہ بڈگام 21/مارچ 1997ء

1. اوتار کرشن پنڈتا ولد مرحوم شیام لال پنڈتا
2. پیارے لال پنڈتا ولد سومناتھ پنڈتا
3. بھوشن لال بھٹ ولد بلبدر بھٹ
4. سنجے بھٹ ولد کرشن لال بھٹ
5. وِجے کُمار ولد کرشن لال بھٹ
6. تریلوکی ناتھ بھٹ ولد مہیشور ناتھ بھٹ
7. دلیپ بھٹ ولد تریلوکی ناتھ بھٹ

☆

1. اے۔کے۔رینہ، پرنسپل
2. ایس کے بھٹ، لیکچرر		کو گول اُدھمپور میں قتل کیا گیا۔
3. رویندر کاؤ، لیکچرر

☆

25 اور 26 جنوری 1998ء کی درمیانی رات کو وندہامہ گاندربل شبِ قدر کے موقعہ پر 23

261 ویدلال پرنسپل	سوپور	26-7-1990
262 نامعلوم ہندو کی لاش	سوپور	1-8-1990
263 بارہمولہ میں گولیوں سے چھلنی ہوئی ہندو کی لاش		29-7-1990
264 بھارت بھوشن	جموں	29-7-1990
265 ہندو کی لاش	کھنہ بل اننت ناگ	29-7-1990
266 مہیش کمار	کھنہ بل اننت ناگ	30-7-1990
267 ہندو کی لاش	کپواڑہ	29-7-1990
268 اوتار سنگھ	کپواڑہ	29-7-1990
269 آدرش جی	بارہمولہ	29-7-1990
270 گوری شنکر	اننت ناگ	29-7-1990
271 بھارت سنگھ	جموں	29-7-1990
272 امکار ناتھ مٹو	درگبل پانپور	30-7-1990
273 سُندری لال	کنگن گاندربل	30-7-1990
274 این جی سادھو	منزگام سرینگر	31-7-1990
275 ورِندر کمار سوری	مندر باغ سرینگر	31-7-1990
276 جے کرشن بھان	درابیار سرینگر	2-8-1990
277 جواہر لال	ترال پلوامہ	3-8-1990

21. سُدرشن بھٹ

22. تارک چند

23. دُلاری زوجہ سُدرشن

☆

24 ؍مارچ 2003ء ناڈی مرگ پُلوامہ میں 24 کشمیری پنڈت بربریت سے شہید کیے گئے۔

1. بنسی لعل 50 سال (ایک ہی کنبہ)

2. بندری 55 سال

3. گرجا 25سال

4. پرنسی 20 سال

5. راکیش 22 سال

6. ریکھا

7. سُمن

8. سورج 2 سال

9. مون راج 2 سال

....

☆☆☆

کشمیری پنڈتوں کو گولیوں سے بھونڈ ڈالا گیا۔ جن شہیدوں کے نام حسب ذیل ہیں:

1. بدری ناتھ ولد شمبھو ناتھ
2. سرلا کماری زوجہ بدری ناتھ
3. میناکشی دختر بدری ناتھ
4. راکیش کمار ولد بدری ناتھ
5. وجے زتشی ولد کاشی ناتھ
6. کاشی ناتھ ولد پرساد
7. ونود کمار بھٹ ولد کاشی ناتھ
8. پنکی زوجہ شادی لال
9. وشال ولد شادی لال
10. دیپو کماری دختر شادی لال
11. شادی لال ولد اوم کار ناتھ
12. موتی لال ولد سری کنٹھ
13. سنجے ولد موتی لال
14. سیما کماری دختر موتی لال
15. شاریکا دختر موتی لال
16. چھوٹی زوجہ موتی لال
17. نیرو زوجہ سنجے کمار
18. اکشے ولد سنجے کمار
19. وِکاس بھٹ ولد سنجے بھٹ
20. تریلوکی ناتھ ولد تارک چند

اِظہار تشکر

اِس کتاب کی تکمیل میں شری اوتار کرشن کول بڈگام حال (شیل نِواس) پاٹہ پلورا کی رضاکارانہ کاوِش کیلئے میں ذاتی طور اُن کا شُکر گُذار ہوں۔

سرورق آرٹ کیلئے مشہور معروف آرٹسٹ شری گوکل ڈیمبی، نصیب نگر، جانی پور کا بھی مشکُور ہوں۔ جنہوں نے سرورق کیلئے رضاکارانہ طور اپنا نمونہ جس میں ''موج کُشیر'' اپنی تہذیبی وراثت کی پامالی کیلئے فِکرمند ہے کا عطیہ پیش کیا۔

پیارے لال کول بڈگامی (مصنف)

☆☆☆




پیارے لال کول بڈگامی